یکساں عالمی ہجری کیلنڈر

بین الاقوامی رؤیت ہلال کانفرنس

باهتمام

ریاست شئون دینیۃ

ترکی

ناشر

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

نام کتاب	:	یکساں عالمی ہجری کیلنڈر (بین الاقوامی رؤیت ہلال کانفرنس)
صفحات	:	۱۳۹
سن طباعت	:	۲۰۱۷ء
قیمت	:	

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

۱۶۱-ایف، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۴۶

جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

افتتاحی کلمات عالمی سمینار برائے یکساں ہجری کیلنڈر	ڈاکٹر محمد غورماز حفظہ اللہ (ڈائریکٹریٹ برائے مذہبی امور، ترکی)	۷
قمری مہینوں کی شروعات کی یکسانیت اور مسلمانوں کے لئے یکساں ہجری کیلنڈر کی اہمیت	استاذ دکتور رحمی یاران (مفتی استنبول)	۲۰
یورپ کے مسلمان اور قمری مہینوں کے ضبط کے لئے فلکیاتی حساب پر عمل کرنے کی ان کی ضرورت	ڈاکٹر احمد جاب اللہ (تیونس)	۲۷
تمہید	علی محی الدین قرہ داغی	۳۶
اس کانفرنس کی علمی کمیٹی کی کاوش، یکساں اور غیر یکساں کیلنڈر کی شرعی وفقہی بنیادیں	″	۳۸
فقہ اکیڈمیوں اور مختلف حکومتوں کے منعقد کردہ سیمیناروں کی مبارک کاوشیں اور ان کی تجاویز میں شامل متفقہ اصول وضوابط	″	۴۹
مختلف فیہ مسائل کی فقہی بنیاد	″	۶۵
فلکی حساب پر اعتماد کے سلسلے میں فقہائے قدیم وجدید کا اختلاف، محل اختلاف کی تعیین، تجزیہ وترجیح	″	۸۸

پہلا ضمیمہ: المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث کا اپنے انیسویں سیمینار (منعقدہ استانبول، مؤرخہ ۸۔۱۲ رجب ۱۴۳۰ھ مطابق ۳۰ جون ۔ ۴ جولائی ۲۰۰۹ء) میں کیا گیا فیصلہ	//	۱۲۷
دوسرا ضمیمہ: ندوة التقویم الهجری فی ضوء المعطیات العلمیة (منعقدہ پیرس مؤرخہ ۱۲۔۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۴۔۵ فروری ۲۰۱۲ء) کی تجاویز۔	//	۱۲۹
اختتامی اعلامیہ: قرارداد اور تجاویز یکساں عالمی ہجری کیلنڈر سیمینار (منعقدہ استانبول مورخہ ۲۱ تا ۲۳/ شعبان ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۸ تا ۳۰ مئی/۲۰۱۶ء)		۱۳۳

☆☆☆

افتتاحی کلمات

عالمی سمینار برائے یکساں ہجری کیلنڈر

ڈاکٹر محمد غورماز حفظہ اللہ
ڈائریکٹریٹ مذہبی امور، ترکی

تمام تعریفیں اس ذات کو زیبا ہیں جس نے چاند وسورج کو ایک اندازہ کے مطابق پیدا فرمایا، اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ ہم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر سکیں، اور درود وسلام ہو خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ پر جو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے، اور جن کا ارشاد ہے: ''یقیناً چاند وسورج اللہ کی نشانیوں میں سے دونشانیاں ہیں''، نیز درود ہو آپ کے آل واولاد پر آپ کے صحابہ اور قیامت تک کے آپ کے سچے متبعین پر۔

قابل صد احترام وزراء، علمائے کرام اور ماہرین فلکیات!

میں آپ سب حضرات کا استقبال کرتا ہوں اور ہدیۂ سلام وعقیدت پیش کرتا ہوں، اس اہم ترین سیمینار میں شرکت کی دعوت کو قبول کرنے پر آپ کا بے حد شکر گزار ہوں، یہ سمینار ایک ایسے اہم اسلامی مسئلہ پر منعقد ہو رہا ہے جو مسلمانوں کو ہر سال متعدد مرتبہ یعنی روزہ، حج، عید اور قربانی وغیرہ کے مواقع پر درپیش ہوتا ہے، اسی طرح ہم ذمہ داروں کے بھی ممنون ومشکور ہیں کہ انہوں نے تمام مسلمانوں کو ایک یکساں کیلنڈر پر متحد کرنے اور ان کی اتحاد ویکجہتی کی راہوں کو یقینی بنانے کی بابت ہماری درخواست کو ایک ایسے وقت میں قبول کیا جب ہماری امت تکلیفوں اور پریشانیوں کے بھنور میں پھنسی ہوئی ہے، اور بے چینی واضطراب نے اسے چاروں سمت سے

گھیر رکھا ہے، میں ایک بار پھر آپ تمام حضرات کی خدمت میں سلام پیش کرتا ہوں اور اسلام کے قدیم دارالخلافہ اسطنبول میں آپ کوخوش آمدید کہتا ہوں۔

ان لمحات میں جبکہ رمضان المبارک کی باد بہاری چلنے ہی والی ہے اور یہ ماہ مبارک ہم پرسایہ فگن ہوا ہی چاہتا ہے آپ کی میزبانی کو میں اپنی سعادت اور نیک بختی تصور کرتا ہوں، اور آپ تمام کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس سیمینار کو اپنی آمد سے زینت بخشی، ہمیں امید ہے کہ اس سیمینار کے اختتام پر ہم ایسی علمی وعملی اور دائمی تجاویز وقراردادوں تک رسائی حاصل کرسکیں گے جن کے نتیجہ میں تمام مسلمان رمضان المبارک کی آمد کی خوشی اور عیدالفطر کی مسرت وشادمانی میں ایک ساتھ شریک ہوسکیں گے۔

آج ہم سب یہاں جمع ہیں تا کہ ہم ان کوششوں اور تحقیقوں کے عمدہ نتائج تک پہنچ سکیں جنہیں ہم نے ۲۰۱۳ء میں شروع کیا تھا، میں اللہ رب العزت کے حضور دعا گو ہوں کہ اس سہ روزہ سیمینار کے فیصلوں اور تجاویز کا امت کے اتحاد ویکجہتی میں اہم کردار ہو، اور ہجری کیلنڈر اور قمری مہینوں کے موضوع پر امت کے جذبات، افکار اور طرز عمل میں آپسی اتحاد اور یگانگت کا سبب بنیں، خدائے بزرگ وبرتر کی ذات سے پرامید ہوں کہ یہ سیمینار نہایت عمدہ اور بارآور نتائج وثمرات کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

محترم سامعین!

بیشک دین اسلام توحید اور وحدت کا دین ہے، اسلام مسلمانوں کوتوحید اور عبادت کو صرف اللہ کے لئے خالص کرنے کی تلقین کرنے نیز عبادات کو اس طرح منظّم کرنے کے ساتھ کہ ان کے ذریعہ بھی مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے میں مدد ملے، انہیں آپسی جذبات واحساسات، مشترکہ افکار اور اجتماعی طرز عمل میں وحدت کی دعوت بھی دیتا ہے۔

اس بات سے ہم سب واقف ہیں کہ قرآن مجید اور سنت نبویہ نے انسانی زندگی کو عبادات کے نظام سے مربوط کردیا ہے، اسی مقصد سے ان کے اوقات کی تعیین بھی کردی ہے، اور

ان کی تعیین کے لئے چند اصول اور ضابطے مقرر کئے ہیں، ایک جانب مسلم علماء نے شروع دور سے ہی ان اصول ومبادیات کو سمجھنے کی کوشش کی تو دوسری طرف ماہرین فلکیات نے فضائی دنیا اور اجرام سماوی کا مطالعہ کیا، انہوں نے نظام کائنات کا سراغ لگانے اور اس توازن کے انکشاف کی کوشش کی جس نے پوری کائنات کو سنبھال رکھا ہے، اس پر غور وفکر اور اس کی حرکات وسکنات کے مطالعہ کے ذریعہ انہوں نے ایسے ثابت شدہ حقائق تک رسائی کی کوشش کی جو نا قابل تغیر ہیں۔

گزشتہ برسوں اور دہائیوں میں یہ کوتاہی ہوئی ہے کہ ماہرین فقہ و ماہرین فلکیات نے ان امور پر ایک ساتھ غور وفکر نہیں کیا ہے، اور فضائی انکشافات اور حساس و دقیق حسابات کے امکانات کے سلسلے میں سائنس نے جو ترقی کی ہے اس سے استفادہ کر کے فقہ اپنی تجدید نہیں کرسکی ہے، اسی غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری بعض گزشتہ فقہی معلومات معاصر دریافتوں سے ہم آہنگ نہیں رہیں، اس لئے کہ ماضی کی ان فقہی معلومات میں اصل توجہ نصوص کے ظاہر پر دی گئی تھی ان کے معانی، مفاہیم ومقاصد پر نہیں، اس صورتِ حال کے نتیجہ میں بعض مسلمانوں کو بعض روایات پر شک ہونے لگا ہے، اور وہ ان کی بابت مباحثہ کرنے لگے ہیں، افسوس کہ یہ شکوک اور مباحثے آج تک جاری ہیں، جب کہ آج انسانی علم اپنے نظام شمسی یا اپنی کہکشاں تک محدود نہیں ہے، بلکہ اب وہ دیگر کہکشاؤں تک پہنچ گیا ہے، لیکن ایک ہی خطوط پر آباد، اور جغرافیائی اعتبار سے قریبی علاقوں میں بھی عیدتین مختلف ایام میں منائی جاتی ہے، اور یہ سب کچھ فضائی دور میں ہوتا ہے۔

اور اختلاف تقویم کے افسوسناک مناظر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب ہر سال ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو وقوف عرفہ ہوتا ہے جو تمام مسلمانوں کی وحدت اور اجتماع کا سب سے زیادہ اہم دینی مظہر ہوتا ہے جس کا ساری دنیا مشاہدہ کرتی ہے، ایسے موقع پر بھی ہمیں بعض مسلم ممالک عیدالاضحیٰ کے پہلے دن کی تحدید میں اختلاف کرتے نظر آتے ہیں، جبکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''الحج عرفۃ'' یعنی حج تو عرفہ کا وقوف ہی ہے، اس کے باوجود یہ ممالک اپنے یہاں دوسرے دن عید مناتے ہیں، حالانکہ ان کے حجاج عام مسلمانوں کے ساتھ عرفہ میں ہوتے ہیں اور ان کی

عید ہوتی ہے،اس کی وجہ سے ایک ایسی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے جو اسلام کے پیش کردہ وحدت کے پیغام کے بالکل منافی ہے،اور افسوس یہ کہ اس سلسلہ میں ان کی حجت ہوتی ہے کہ وہ تو اپنے مخصوص کیلنڈر کے پابند ہیں، یہ صورتِ حال ان انتہا پسندانہ تشریحات کی وجہ سے ہے جو فلکی حساب کو مسترد کرتی ہیں، اور اپنے قائلین کی لکھنے پڑھنے نیز فلکی حساب سے نابلد ہونے کی غماز ہیں۔ اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے لئے خود ان کے دینی شعائر اور قربانی کا مسئلہ ہی باعث تشویش ہو جاتا ہے، اسی طرح اس سے ہر ایسے شخص سے ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے جو علم فلکیات اور فلکی حساب کی اہمیت سے واقف ہو۔

معزز علماء اور مہمانان گرامی قدر!

اوقات نماز کو سورج کی گردش سے مربوط کرنا یقیناً ایک طبعی اور معقول بات ہے، جس کی بنا پر چوبیس گھنٹے کے ہر ہر لحہ میں روئے زمین پر کہیں نہ کہیں اذان کی صدا بلند ہوتی رہتی ہے، اور اعلان کرتی ہے کہ اللہ رب العزت کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور کوئی لحظہ ایسا نہیں ہوتا جس میں کہیں نہ کہیں نماز نہ ادا کی جارہی ہو، اسی طرح جن عبادات میں جن میں مسلمانوں کا اتحاد ایک ہدف ہے، جیسے روزہ، حج اور قربانی اور ان عیدوں کو جن میں مسلمان خوشی مناتے ہیں، ان عبادات کو چاند کی گردش سے اس طور پر مربوط کرنا مسلمانوں کا اتحاد محفوظ ہو ایک طبعی اور معقول بات ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس دن تم روزہ رکھو وہی دن روزہ کا ہے، اور جس دن تم عید کرو وہی دن عید کا ہے، اور جس دن تم قربانی کرو وہی دن قربانی کا دن ہے''۔

علماء امت میں سے جن حضرات کو فقہ اسلامی اور فلکیات دونوں میں یکساں مہارت حاصل رہی ہے، اوقات عبادات کی تحدید کو ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اس کی ذمہ داری کو اپنے کاندھوں پر لئے رہے ہیں، یہ کام اسی وقت سے ہو رہا ہے جب سے قرآن وسنت سے زندگی کو اوقات کے تابع کرنا شروع کیا تھا، ان علماء نے یہ کام اس طور پر کیا ہے کہ اللہ کی تکوینی آیات اور

اس کے نازل کردہ شرعی احکام میں یکسانیت سامنے آتی ہے، اس طرح نماز کے اوقات، رمضان کے آغاز اور حج کے ایام کی تعیین سے متعلق فقہی احکام ارتقا پذیر فلکی علم اور معلومات کے مطابق تشکیل پائے۔

معزز علماء!

قمری کیلنڈر کے سلسلہ میں مسلمانوں کا اختلاف صرف اختلاف مطالع ہی پر موقوف نہیں ہے، بلکہ اس میں مختلف ممالک اور ان کے سربراہان کے مابین مخصوص حسابات کا بھی دخل ہے، جو کہ دین کی اصل روح کے خلاف ہے، اسی طرح اس منہج اتباع کے بھی منافی ہے جو امت کی وحدت بر زور دیتا ہے، اس لئے کہ اس مسئلہ کو مسلم ممالک کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کے ذریعہ کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے، یعنی مسلمانان عالم کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے کے لئے اس کو ایک سیاسی حربہ کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے، حالانکہ وہ اصلاً ایک ایسا معاملہ ہے جس کا تعلق زمین کی شکل اور اس کی حرکت، اور زمین و سورج کے درمیان چاند کی گردش سے متعلق علمی حقائق سے ہے، اور جدید دور میں اس میں اختلاف نہیں ہونا چاہئے، لیکن یہ اجتماعات اور سمینارز جو دنیا کے مختلف علاقوں میں تقریباً گذشتہ ساٹھ سالوں سے منعقد ہو رہے ہیں ان سے یہی اشارہ ملتا ہے کہ اس سلسلہ میں مسلمانوں کو پریشان کن مشکلات کا سامنا ہے۔

دنیا کے تمام مسلم آبادی والے علاقوں میں ہر سال ماہ رمضان، شوال اور ذی الحجہ کی شروعات کے تعلق سے جو اختلافات اٹھتے ہیں کہ قمری مہینہ ابھی شروع ہوا یا نہیں؟ وہ اس مسئلہ کی سنگینی کا واضح ثبوت ہیں، اگر ہم اس پہلو پر توجہ دیں کہ پوری دنیا میں مسلمانوں کو آج کے گلوبلائزیشن کے زمانے میں سیاحتی اسفار اور ہجرتوں کی وجہ سے ماہ رمضان کا ادراک ہو جاتا ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسئلہ صرف عالم اسلامی ہی کو نہیں بلکہ پوری دنیا کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے، اور اگر تمام آراء و خیالات اس بات پر متفق ہو جائیں کہ مختلف ایام میں رمضان و دیگر مہینوں کا ادراک زمین کی گیند جیسی ساخت کا فطری نتیجہ ہے تو پھر اتنی بڑی تعداد میں منعقد

ہونے والے پروگراموں اوران مباحثات کے تسلسل کا کیا سبب ہے؟

قابل احترام علماء کرام!

اس بات سے ہم آپ سب واقف ہیں کہ چاند جو کہ نئے مہینہ کے دخول کی علامت ہے، وہ ہجری مہینہ کی ابتدا کے لئے ایک معیار ہے، اور آپ ﷺ کے اس ارشاد ''جب تم چاند دیکھ لوتو روزہ شروع کردواور جب اسے دیکھ لوتو ہی عید کرو'' سے یہی مراد ہے، اور یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ حدیث میں رؤیت ہلال کا جو ذکر آیا ہے وہ مقصود بالذات نہیں ہے، بلکہ وہ مہینہ کی ابتدا کو متعین کرنے کا ذریعہ ہے، اسی طرح حضور ﷺ کا یہ ارشاد ''ہم بے پڑھی لکھی امت ہیں، نہ ہم لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں'' ہجری مہینہ کی تعیین کے لئے رؤیت ہلال کے علت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

اور بسااوقات موجودہ دور میں فلکیاتی حساب کے موجود ہوتے ہوئے بھی رؤیت ہلال کی شرط لگانے کے پیچھے حساب کے سلسلہ میں کسی شک وشبہ کے بجائے حدیث کے لفظ پر اصرار کی خواہش کا پتہ چلتا ہے، جبکہ حدیث نبوی مہینہ کی ابتدا میں رؤیت ہلال کے لزوم کو کوئی ایسی بنیاد قرار نہیں دیتی جو نا قابل تبدیل ہو، اس لئے کہ حدیث لزوم رؤیت کے سلسلہ میں اس علت کو بس ایک معیار کے طور پر ذکر کرتی ہے، اور جو بات آج سے اسی (۸۰) سال قبل احمد محمود شاکر نے کہی تھی آج ہم دوبارہ اس کو کہتے ہیں کہ اس بات کا دعوی کرنا نہایت غیر معقول بات ہے کہ حدیث میں مذکورہ علت ایسے زمانہ میں بھی ہنوز موجود رہے گی جب فلکیات کے پیش کردہ نتائج وثوق اور قطعیت کا مقام حاصل کر چکے ہوں، ہمارا خیال ہے کہ عملی رؤیت کے ضروری ہونے پر اصرار کرنا اس قاعدۂ کلیہ کے خلاف ہے کہ ''احکام علتوں کے پہلو بہ پہلو وجود میں آتے ہیں اور معدوم ہوتے ہیں''، حضور اکرم ﷺ نے روزہ کی ابتدا میں رؤیت ہلال کی جو علت بیان فرمائی یعنی تحریر اور حساب سے عدم واقفیت وہ ایک نہایت دقیق وصف ہے جس سے اس لغوی اور اصولی علت ہونے پر روشنی پڑتی ہے، وہ ایک ایسا حکم ہے جو اس زمانہ کی امت کی عمومی صورتحال کی

نمائندگی کرتا ہے، کہ اس وقت امت لکھنے پڑھنے اور حساب وکتاب سے واقف نہیں تھی یہ کوئی ایسا حکم نہیں ہوسکتا جس پر قیامت تک کے لئے مہر لگادی گئی ہو۔

بے شک یہ حدیث نبوی جو مہینہ کی ابتدا کو رؤیت ہلال سے مربوط کرتی ہے وہ اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ علم فلکیات دینی بنیادوں کے معارض ہے، اور نہ ہی اس بات کی دلیل بن سکتی ہے کہ حساب کا اعتبار حرام ہے، چونکہ آیات اور احادیث نے مہینہ کی ابتدا کو رؤیت ہلال سے مربوط تو کیا ہے لیکن فلکیاتی حساب پر عمل کرنے کو حرام بھی قرار نہیں دیا ہے، جیسا کہ عظیم شافعی عالم تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، بلکہ حدیث کی عبارت تو تحریر اور حساب کے سیکھنے پر ابھارتی ہے، اروبس آنکھ سے چاند دیکھنے کو ایک آسان عملی حل کے طور پر پیش کرتی ہے۔

یقیناً حدیث پاک سے تحریر اور حساب سیکھنے کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، اور حساب کے سیکھنے سے یہ بھی لازم ہوتا ہے کہ اس پر عمل بھی کیا جائے، اور اس لزوم کی وجہ سے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ اس میدان میں اسی کی طرف رجوع کیا جائے، عبادات کے اوقات کی تعیین کے سلسلے میں سائنسی دریافتوں سے صرفِ نظر کو ہم اپنے دین حنیف کی تعلیم نہیں سمجھ سکتے، اس لئے کہ یہی دین ہمیں یہ حکم دیتا ہے اگر ہم نہ جانتے ہوں تو جاننے والوں سے پوچھیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اگر تم علم نہیں رکھتے تو جاننے والوں سے پوچھو'' (الانبیاء:۷) اور اس کے علاوہ بھی دیگر آیتوں میں اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

عبادات کو زمان ومکان سے مربوط کرنے اور اس ربط کی نوعیت کی تعیین کے اثرات ان عبادات کے بنیادی مقصد پر نہیں پڑنے چاہئیں، اور یہ بات طے ہے کہ اوقات جو عبادات کے لئے اسباب کا درجہ رکھتے ہیں ان کی تحدید کا مسئلہ علم فلکیات کے دائرہ میں داخل ہے، دور ماضی میں مہینہ کی ابتدا کی تعیین کو اگر رؤیت ہلال سے مربوط کیا گیا تھا تو اس کی وجہ ایسے علم فلکیات کی غیر موجودگی تھی جس سے قطعی نتائج برآمد کئے جاسکتے ہوں، اسی طرح اس دور میں علم فلکیات کو علم نجوم سمجھا جاتا تھا اور اس کے ذریعہ پیش کردہ نتائج وتحقیقات کو ظن وتخمین کی ایک قسم شمار کیا جاتا

تھا، چنانچہ عہد ماضی میں اگر ان نتائج کا ظنی ہونا اس بات کی علت بن سکتا ہے کہ مہینہ کے اثبات میں ان کی عدم قبولیت کا حکم لگایا جائے، تو آج جبکہ یہ نتائج قطعیت کا درجہ حاصل کر چکے ہیں مناسب ہے کہ ان کی قبولیت کا حکم لگایا جائے چونکہ اب علت مفقود ہوچکی ہے، اور گذشتہ ادوار میں جس حکم تک رسائی حاصل کی گئی تھی آج کے حالات کے میں بھی اس کے باقی رہنے اور جاری وساری ہونے کا دعوی کرنا اور فرمان نبوی کے اقتضاء پر عمل سے پہلو تہی کرنا اس حکم کی حکمت ومصلحت سے تجاہل برتنے کے مرادف ہوگا، اور قرآن کے اس حکم "جاننے والوں سے پوچھو" پر عمل کرنے کا تقاضہ یہ ہے کہ اس موضوع کے سلسلہ میں اس علم کے پیش کردہ نتائج وتحقیقات پر عمل کیا جائے جو قطعی نتائج پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور آج ہمارے اوپر جس کام کا کرنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ ہم علم فلکیات کو امت کے اتحاد کی راہ میں استعمال کریں۔

مہمانان گرامی قدر!

قمری مہینوں کی ابتدا کے سلسلہ میں امت کی نااتفاقی نے اسلام اور مسلمانوں کو بعض مشکلات اور مسائل میں آمنے سامنے کھڑا کر دیا ہے، اور چونکہ یہ مسائل جن کے بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں ان سے پوری امت دوچار ہے، اور ان مسائل ومشکلات کا حل صرف اور صرف آپ جیسے امت کے جلیل القدر علماء ہی کے ہاتھوں میں ہے، علماء امت کے کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے اجتہادات کریں جن میں امت کی عمومی مصلحت کی رعایت ہو، اور جس دور میں ہم جی رہے ہیں اس کے شروط سے ہم آہنگ ہوں، نیز ان میں معاصر علمی معیار سے پہلو تہی نہ کی گئی ہو۔

چودہ سو سال قبل کے ان شرائط کے دائرہ پیش کردہ حلول وتجاویز پر عمل کرنے کا مشورہ دینا جن کے مطابق عبادات کے اوقات کی تحدید کے لئے حسی مشاہدہ ہی واحد ذریعہ تھا کہ اس وقت (فلکیاتی) حساب جاننے والے نادر ونایاب تھے، یہ مشورہ ہمارے موجودہ زمانہ کے علاوہ کسی اور زمانہ میں تو مقبول ہوسکتا تھا، اس لئے کہ اس زمانہ میں تو ہم فلکیاتی حساب اور دقیق اور یقینی علم فلکیات سے واقفیت رکھتے ہیں، اور موجودہ دور میں اس کو اختیار نہ کرنا اسے بے حل چھوڑ دینا ہی

ہے، جبکہ اختیار نہ کرنے کی کوئی مضبوط دلیل اور حجت بھی نہیں ہے، حالانکہ اس علم کے ذریعہ برسوں بلکہ سیکڑوں برس کے حسابات نہایت دقیق، ثابت اور قطعی طور پر لگائے جاسکتے ہیں۔

اوقات عبادات سے متعلق امت مسلمہ جس اختلاف سے دوچار ہے وہ دنیا کے تمام مسلمانوں کے لئے نہایت پریشان کن ہے، اور یقیناً دنیا کے جن ممالک میں مسلمان اقلیت میں رہتے ہیں وہاں وہ اس مسئلہ سے سب سے زیادہ دوچار ہیں، ایک ہی تہذیب کے عناصر کی حیثیت سے پوری دنی میں آباد مسلمانوں کے درمیان یہ موضوع فتنہ وفساد کا سبب بن گیا ہے، مسئلہ کی سنگینی کا اندازہ اس سے لگائے کہ بعض دفعہ فتنہ ان سگے بھائیوں ہی کے درمیان اٹھ کھڑا ہوتا ہے جو ایک گھر میں ایک ہی چھت کے نیچے زندگی بسر کرتے ہیں، اور اس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ آپس میں رمضان کے روزوں اور ایام عید کی تعیین کے سلسلہ میں ایک دوسرے سے مختلف رائے رکھتے ہیں، چنانچہ اس قضیہ کا حل نکلنا اشد ضروری ہے۔

مسلمان یورپ اور دنیا کے جن جن علاقوں میں بطور اقلیت کے رہتے ہیں وہاں انھیں اس مسئلہ کی وجہ سے نہایت دشوار حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہ مسلمان جن ممالک کی حکومتوں میں رہتے ہیں ان ممالک سے ایام عید کو چھٹی تسلیم کرانے کے لئے وہ مسلسل کئی برسوں سے کوشاں ہیں، لیکن عید کے ایام کی تعیین کی بابت وہ خود باہم دست وگریباں ہیں، اس لئے کہ وہ جن ممالک سے ہجرت کر کے آئے ہیں یا قمری تاریخوں میں وہ جن ممالک کی پیروی کرتے ہیں ان میں باہم اختلاف ہے، نتیجہ یہ ہے کہ جو حقوق مسلمانوں نے بڑی مشکلوں سے حاصل کئے تھے وہ ضائع ہورہے ہیں، اور ایک ہی مسجد میں نماز عید کی ادائیگی مختلف ایام میں ہوتی ہے، جس کی کوئی دینی، علمی وفقہی گنجائش نہیں نکالی جاسکتی ہے۔ اور اس کی سنگینی میں اس وقت مزید اضافہ ہوجاتا ہے جب بعض افراد اس مسئلہ کو اس کے علمی وفقہی دائرہ سے آگے بڑھا کر اسے سیاسی اختلاف میں تبدیل کردینے کی کوشش کرتے ہیں، عیدیں جو ہماری اسلامی وحدت کا نشان ہیں آج وہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف اور نزاع کا سبب بن چکے ہیں، اور اس اختلاف کے باعث

غیروں کی نظر میں مسلمانوں نے اپنی قدر و قیمت کھودی ہے۔

یقیناً جو حضرات ان مشکلات اور دشواریوں سے تجاہل برتتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اس مسئلہ کو پریشان کن کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس جملہ سے سوائے اس کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا کہ جو مسلمان اپنے وطن سے دور رہتے ہیں ان کے انتشار و خلفشار سے بے بہرہ رہ کر اپنی آنکھیں موند لی جائیں، اسی طرح یہ کہنا کہ جو لوگ جس ملک میں رہتے ہیں وہ وہیں کی حکومتوں کے فیصلوں کے پابند ہیں، اس سے کوئی آخری حل نہیں نکل سکتا، اور جو لوگ اس مشکل سے دوچار ہیں انھیں اس وقت تک چین وسکون نصیب نہیں ہوسکتا جب تک ایک مشترک حل نہ پیش کیا جائے اور تمام مسلمانوں کو کلمۂ واحدہ پر جمع نہ کیا جائے، نیز قمری مہینوں کے آغاز سے متعلق آراونظریات کے اختلاف کا مطلب تو یہی ہوگا کہ مسلمان اپنے درمیان اتحاد کو ممکن نہ بنا سکے، اور اسلام نے علم کے ذریعہ جو اہمیت حاصل کی تھی وہ جدل وجدال اور اختلاف کی نظر ہوجائے، اور ان منفی باتوں کی وجہ سے اسلام جدل وجدال کا موضوع بن جاتا ہے، یہ ایک دوسرا سبب ہے جو اس مشکل کی حل کے تلاش کو ایک لازمی امر بنادیتا ہے۔

معزز علماء کرام اور محترم سامعین!

ہجری کیلنڈر میں یکسانیت اور وحدت پیدا کرنے کی راہ میں ایک رکاوٹ اختلاف مطالع کا مسئلہ بھی ہے، اس سلسلہ میں علماء کے اختلاف سے سب واقف ہیں، جو لوگ اختلاف مطالع کو معتبر مانتے ہیں ان کی دلیل حضرت کریب کی مشہور حدیث میں موجود حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ ''حضور ﷺ نے ہمیں اسی طرح حکم دیا تھا''، حضرت ابن عباسؓ کے اس اثر نے مختلف اجتہادات کا دروازہ کھول دیا ہے، اصولی لحاظ سے یہ اثر نص شرعی نہیں شمار کیا جاسکتا، یعنی اس کے فہم میں مختلف نقطہ ہائے نظر کی گنجائش موجود ہے، جمہور فقہاء کا اجتہاد اور ان کا اختلاف مطالع کو نہ ماننا اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ سابقہ اثر میں ایک سے زائد تاویلات کی گنجائش موجود ہے۔

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ صورتحال اُس زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے، روایت کے مطابق خبر شام سے مدینہ ایک مہینہ کے بعد پہنچی تھی، اور یہ حکم ایسے زمانہ میں جاری ہوا تھا جس میں مسافتیں مہینوں پر مشتمل ہوتی تھیں اور خبروں کی منتقلی لوگوں پر ہی موقوف تھی، لہٰذا ہمارے زمانہ میں اس حکم کا اعتبار درست نہیں ہوگا، اور اس کو اختیار کرنا اس اتحاد کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ پیدا کردے گا جس کے ہم سب آرزومند ہیں اور جس کو بروئے کار لانے کے لئے ہم کوشاں ہیں، آج کے دور میں سفر گھنٹوں میں ہوا کرتے ہیں اور خبریں لمحوں میں منتقل ہوا کرتی ہیں، لوگوں کے آپسی تعلقات کی نوعیت گزشتہ زمانہ سے یکسر بدل چکی ہے، سفر وابلاغ کے وسائل وذرائع کی انقلابی پیش رفت اور ٹیکنولوجی کی تیز رفتار ترقی کے سبب پوری دنیا ایک چھوٹے گاؤں کی صورت اختیار کرچکی ہے، چنانچہ یہ ضروری ہوگیا ہے کہ اختلاف مطالع کے مسئلہ پر اس زاویہ سے ازسرنو غور کیا جانا چاہئے۔

۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں مصر کے اپنے زمانہ کے بڑے حنفی فقیہ شیخ محمد بخیت المطیعی کو اپنی کتاب ''إرشاد أهل الملة إلى إثبات الأهلة'' کو تالیف کرنے کی ضرورت بہت دور کے علاقوں میں ٹیلی گراف کے ذریعہ رویت ہلال کی خبر کے اعتبار کے مسئلہ کی وجہ سے ہی پیش آئی تھی۔ اور یہ دراصل اختلاف مطالع سے متعلق نقطۂ نظر پر ذرائع ابلاغ کی تبدیلیوں کے اثرات اور اس میں تبدیلی لانے کی ضرورت کو واضح کرتا ہے، اب اس کتاب کی تالیف کے سوسال کے بعد بھی ایسے دو پڑوسی ملکوں کے حالات کو ایسے دور پر قیاس کرنا جب ان دونوں کے درمیان خبر کے تبادلہ میں ایک مہینہ کا عرصہ لگ جاتا تھا، اور اسے ایک فطری بات کہنا یہی بتاتا ہے کہ ہمیں جن مسائل کا سامنا ہے ہمارے اندر ان کے تصور کی بھی کما حقہٗ استطاعت نہیں ہے۔

اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے کے نتیجہ میں ایک اور اختلاف سامنے آتا ہے، اور وہ ہے متحد المطالع شہروں کی تعیین کا مسئلہ، اس کو قبول کرنے کے نتیجہ میں بسا اوقات ایک ہی شہر کے اندر یا پڑوسی شہروں میں فرق ظاہر ہوتے ہیں، اپنے وطنوں سے دور آباد لوگوں کے سامنے یہ

پریشانی آتی ہے کہ وہ اپنے ممالک کے مطابق عمل کریں یا ان ممالک کے مطابق جہاں اب وہ آباد ہیں، اور اس سے بھی زیادہ سنگین بات یہ ہے معاملہ کو سیاسی رنگ دے دیا جائے، بسا اوقات یہ معاملہ دوملکوں کے درمیان سیاسی بحث ومباحثہ کا موضوع بن جاتا ہے، ایسی صورتحال میں کسی ایسے اجتہاد پر اعتماد کرنے کی ضرورت جنم لیتی ہے جو فتنہ کا دروازہ بند کرسکے اور اس اجتہادی مسئلہ میں مسلمانوں کی اخوت کو ظاہر کرے، اس سلسلہ میں ہونا تو یہ چاہیے جیسا کہ علامہ یوسف القرضاوی حفظہ اللہ کی رائے ہے کہ ایسے فقہی اجتہادات کے دائرہ میں رہتے ہوئے جو مشروعیت کے اعتبار سے ایک دوسرے پر فضیلت نہیں رکھتے ہیں ایک اجتہاد سے دوسرے اجتہاد کی طرف منتقل ہوا جائے۔

فلکیاتی حساب پر عمل کرنے اور اختلاف مطالع کے موضوع پر ماضی سے لیکر حال تک ہونے والی قیمتی تحقیقات اور کاوشوں میں اہم مراحل طے پا چکے ہیں۔ ۲۰۱۲ء میں جو اجلاس رابطہ عالم اسلامی کی جانب سے منعقد ہوا، اس کی فلکی حساب پر عمل، اور پوری دنیا میں کسی ایک مقام پر رویت کو تمام مقامات میں معتبر ماننے کی بابت تجاویز، مصر کے اجلاس منعقدہ ۱۹۹۶ء، کویت کے اجلاس منعقدہ ۱۹۷۳ء، استانبول کے اجلاس منعقدہ ۱۹۷۸ء، عمان کے اجلاس منعقدہ ۱۹۸۶ء، اور یورپین افتا کونسل کے استانبول کے اجلاس منعقدہ ۲۰۰۹ء کی تجاویز یہ بتاتی ہیں کہ اس سلسلہ میں نتیجہ خیز مثبت پیش قدمی ہوئی ہے۔

لیکن میں بہت ہی افسوس کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ ان تمام تجاویز اور فیصلوں کے باوجود عملی طور پر ہم اتحاد اور اتفاق نقطۂ نظر کو بروئے کار نہیں لا سکے، یہ صورتحال ہمیں سبق دے رہی ہے کہ اس معاملہ میں ہماری ذمہ داری محض قراردادیں پاس کرنے سے بہت زیادہ ہوگئی ہیں، اور ان تمام تحقیقات کے بعد موضوع سے متعلق لائحہ عمل کا فرق مناہج کے فرق کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔

اس سمینار میں ہماری سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ اس میں ایسی تجاویز پاس ہوں

جن سے وحدت واتفاق کا سفر خوب آگے تک جائے، اور جن سے اتحاد کی کوششیں بار آور ہوں، اور اتفاق صرف الفاظ تک محدود نہ ہو بلکہ اس سمینار کے ذریعہ منہج اور طریقۂ کار کے اتفاق کا خواب بھی شرمندۂ تعبیر ہو، اہم بات یہ ہے کہ ہمارے پیش کردہ فیصلوں اور تجاویز اتحاد کے کاز کو تقویت ملے، اور وہ عملی تطبیق کے قابل ہوں، اور ان سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کی رائے میں اتحاد پیدا ہو۔

اللہ عز وجل کے حضور دعا گو ہوں کہ وہ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے، ہمارے درمیان اتحاد پیدا فرمائے اور ہمارے کیلنڈر کو یکساں بنادے جو ہمارے لئے ہر ملک وشہر اور دنیا میں جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں ہر جگہ اتحاد کا ذریعہ ہو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

☆☆☆

قمری مہینوں کے ایک ساتھ آغاز اور یکساں ہجری کیلنڈر کی مسلمانوں کے لئے اہمیت

استاذ دکتور رحمی یاران
مفتی استانبول

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں ''جس نے سورج کو چمکتا ہوا اور چاند کو روشن بنایا، اور چاند کے گھٹنے بڑھنے کی منزلیں ٹھیک ٹھیک مقرر کر دیں تا کہ تم اس سے برسوں اور تاریخوں کے حساب معلوم کرو، اللہ نے یہ سب کچھ بامقصد ہی بنایا ہے، وہ اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر پیش کر رہا ہے ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں'' (یونس:۵)۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے سورج اور چاند کو ایک حساب کا پابند بنایا (الرحمٰن:۵)۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس کی نشانیوں میں سے رات دن سورج اور چاند ہیں (حم السجدہ:۳۷)۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے چاندوں کو لوگوں کے لئے تاریخوں کی تعیین کی اور حج کی علامت بنایا (البقرۃ:۱۸۹)۔

اور درود وسلام ہو آقا کریم جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر، تمام انبیا اور رسولوں پر اور ان سب کی آل اولاد اور ان کے بہترین اور پاک سیرت اصحاب پر۔

قابل صد احترام معزز حاضرین!

گفتگو کے آغاز میں آپ سب کو اسلامی سلام پیش کرتا ہوں، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اپنے معزز مہمانوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کا اپنے ہی شہر اسطنبول میں خوش آمدید ہے جس کے بارے میں جناب محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: "قسطنطنیہ ضرور بالضرور فتح ہوگا، اس کا امیر کیا ہی بہتر امیر ہوگا، اور وہ لشکر کیا ہی خوب ہوگا" (مسند احمد: ۲۸۶/۳۱، حدیث نمبر: ۱۸۹۵۷)، اسطنبول کو مسلمانوں نے ۲۹ مئی کو ۵۶۳ سال قبل فتح کیا، اور کل اسطنبول اور پورے ترکی میں اس موقع پر حکومتی اور قومی سطح پر عظیم الشان جشن منایا جائے گا۔

بلاشبہ اسطنبول ایک نہایت قدیم شہر ہے، مسلمانوں کے دلوں میں اس کے لئے ایک خاص مقام ومرتبہ ہے، مسلمانوں نے اس کو فتح کرنے کے لئے متعدد بار فوج کشی کی، ان مجاہدین میں ایک نمایاں نام حضرت ابوایوب خالد بن زید الانصاری کا ہے، جنہیں ہجرت کے ابتدائی مہینوں میں نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوا تھا (اللہ ان سے اور اپنی راہ میں جہاد کرنے والے تمام مجاہدین کرام سے راضی ہو)، یہ جلیل القدر صحابی اپنی آخری آرام گاہ میں ایک مسجد کے پہلو میں آرام فرما ہیں جو آج مسجد ایوب سلطان کے نام سے جانی جاتی ہے۔

عزیز بھائیو اور بہنو!

ہم مسلمان امت واحدہ ہیں، اور یہ امت وہ ہے جس کی تعریف کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے اسے خیر امت کا لقب عطا فرمایا، ارشاد باری ہے (ترجمہ): "تم دنیا میں سب سے بہترین گروہ ہو جسے انسانوں (کی ہدایت واصلاح) کے لئے برپا کیا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو" (آل عمران: ۱۱۰)۔ الأمة، الأم اور الإمام ایک ہی اصل سے نکلنے والے مختلف کلمات ہیں، چنانچہ امت صحیح معنوں میں اس وقت تک امت نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کے افراد کے درمیان قریبی اور مضبوط تعلقات وروابط نہ ہوں جیسا کہ ایک ماں کی مختلف اولاد میں ہوا کرتا ہے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایک امام کی پیروی

کرتے ہوں اس طور پر کہ مسلمانوں کی زندگی میں اس امام کامکمل اثر ونفوذ ہو،اور سب سے بڑے اورعظیم امام ہمارے رسول ﷺ تھے، آپؐ نے جب مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی تو دیکھا کہ وہاں کے باشندے سال کے دودنوں میں خوشیاں مناتے ہیں اور کھیل کود کیا کرتے ہیں، ان دودنوں کو وہ عید شمار کرتے تھے، حضورؐ نے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ان دودنوں کو بدل دیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''بیشک اللہ نے تمہیں ان دودنوں کے بدلہ ان سے بہتر دودن عطا کردئے :ایک عیدالاضحیٰ ، دوسرے عیدالفطر'' (ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین، حدیث نمبر: ۱۱۳۴)، چنانچہ مسلمانوں نے ہجرت کے دوسرے سال سے ان دونوں عیدوں کو ان ایام میں منانا شروع کردیا جب حضورؐ اعلان فرماتے کہ وہ ایام عید ہیں، اور وہ رمضان کے روزے رکھتے اور حضورؐ ان کے درمیان ہوتے، اس وقت کے مسلمانوں کے لئے مہینوں کی ابتدا اور انتہا جاننے کا ذریعہ صرف بصری رؤیت تھی، اس وقت افرادامت امی تھے یعنی اپنی پیدائشی حالت پر تھے، وہ لکھنے پڑھنے اور حساب وکتاب سے ناواقف تھے، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''ہم بے پڑھی لکھی امت ہیں، نہ ہم لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں، مہینہ یوں ہوتا ہے اور یوں ہوتا ہے''، یعنی کبھی انتیس دنوں کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دنوں کا۔ (بخاری، کتاب الصوم، حدیث نمبر: ۱۹۱۳)، اس وقت ان کے بس میں اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا کہ یا تو ظاہری آنکھ سے دیکھیں یا تیس دن مکمل کریں، اسی بنا پر آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''روزہ مت رکھو یہاں تک کہ چاند دیکھ لو، اور روزے ختم مت کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو، اور اگر آسمان تم پر ابرآلود ہوجائے تو اندازہ کرلیا کرو'' (صحیح مسلم، کتاب الصیام، حدیث نمبر: ۱۰۸۰)، مسلم ہی کی ایک اور روایت ہے اس میں حضورؐ کا یہ قول منقول ہے: ''مہینہ اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہوا کرتا ہے- تیسری مرتبہ میں آپؐ نے اپنے انگوٹھے کو بند کرلیا- اور چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزے مکمل کرو، اور اگر تم پر آسمان ابرآلود ہوجائے تو تیس دن پورے کرو'' (صحیح مسلم، باب وجوب صوم رمضان لرؤیۃ الہلال، حدیث نمبر: ۱۰۸۰)۔

معزز حاضرین!

یقیناً موجودہ دور میں اسلام کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا ہے، اور دنیا کے ہر ہر خطہ میں مسلمان آباد ہیں، چاہے اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں، لیکن ان کے درمیان ایسے مضبوط اور قریبی تعلقات نہیں ہیں جیسے ہونے چاہئیں، اور ایسی کوئی شخصیت نہیں ہے جو تمام مسلمانوں کی شرعی نمائندگی کر سکے، اور جہاں تک نمائندگی کے دعویداروں کا تعلق ہے تو ان کی تعداد حد سے زیادہ ہے، چنانچہ ان میں کوئی یہ دعوہ کرتا ہے کہ وہ خلیفۃ المسلمین ہے، بعض اپنی نسبت اسلام کے بلند و بالا تصورات ونظریات کی جانب کرتے ہیں، اور یہ سب کے سب قرآن کی ایسی آیتیں اور احادیث پیش کرتے ہیں جو ان کے زعم کے مطابق ان کی تائید کرتی ہیں، اور کتنے ایسے کم عقل اور دانش وبینش سے محروم لوگ ہیں جو ان کا اتباع کرتے ہیں اور ان کے شانہ بشانہ جنگوں میں حصہ لیتے ہیں، اور ان کا مالی تعاون بھی کرتے ہیں، اس گمان میں کہ وہ اللہ کے راستہ میں ہیں، اور ان کے درمیان کتنے ایسے غیر معروف لوگ ہوتے ہیں جن کے عالمی ایجنسیوں سے گہرے روابط ہوتے ہیں، جو اکثر اس قسم کی تحریکات اور تنظیموں حتی کہ ان کے رہنماؤں تک کی بالواسطہ طور پر قیادت کرتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ امت کے افراد ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں، ان کی حالت بالکل ویسی ہی ہے جو اللہ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے: ''سو ان لوگوں نے اپنے دین میں اپنا طریق الگ الگ کر کے اختلاف پیدا کر لیا، ہر گروہ کے پاس جو دین ہے وہ اسی سے خوش ہے'' (المؤمنون: ۵۳)، باوجودیکہ اللہ تبارک وتعالی نے انھیں تفرقہ بازی، خلفشار اور انتشار سے متنبہ کیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے: ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے ملکر پکڑو، اور اختلاف نہ کرو'' (آل عمران: ۱۰۳)، اور واضح کر دیا ہے کہ تفرقہ بازی مسلمانوں کو زیب نہیں دیتی، یہ تو گذشتہ اقوام کی صفت تھی، ارشاد ہے: ''اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے تفرقہ بازی کی اور آپس میں اختلاف کیا جبکہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آ چکی تھیں، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے'' (آل عمران: ۱۰۵)، ''اور وہ لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس علم پہنچ چکا تھا محض آپس کی ضدا ضدی سے باہم متفرق ہو گئے'' (الشوریٰ: ۱۴)۔

معزز علماء کرام!

حضور اکرم ﷺ نے نماز کی صفوں کو درست کرنے سے متعلق جو بات ارشاد فرمائی تھی وہ ہم سب کو یاد ہوگی، آپ کا ارشاد ہے: ''تم اپنی صفوں کو ضرور بالضرور سیدھا رکھو، ورنہ اللہ تعالی تمہارے درمیان اختلاف پیدا کردے گا'' (صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، باب تسویۃ الصفوف، حدیث نمبر: ۱۲۲)، ایک اور روایت میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنی صفیں ضرور بالضرور سیدھی رکھا کرو، ورنہ اللہ تعالی تمہارے درمیان اختلاف پیدا کردے گا'' (ایضاً، حدیث نمبر: ۱۲۷) حضورؐ نے ظاہر اور باطن کے درمیان کیسا تعلق بیان فرمایا، اور صفوں کے اختلاف اور دلوں اور چہروں کے اختلاف کے درمیان کیسا تعلق بیان فرمایا، جس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ صفوں کا اختلاف دلوں کے اختلاف کا سبب ہوتا ہے، اور کیسے امت ایک ہی ہوتی ہے اور اس کے افراد کے قلوب مختلف ہوتے ہیں، یہ امت کیسے اسلام اور انسانی اقدار وروایات کا دفاع کرتی ہوئی نظر آتی جبکہ ان کے دل ایک دوسرے سے جدا ہیں، بلکہ ان کی جنگ خود ان ہی کے درمیان ہوتی ہے، جو کہ دشمنان اسلام کی صفت ہے، اللہ کا ارشاد ہے: ''یہ لوگ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے مگر حفاظت والی بستیوں میں یا دیوار (قلعہ وشہر پناہ) کی آڑ میں، ان کی لڑائی آپس ہی میں بڑی تیز ہے، تم انھیں متفق خیال کرتے ہو حالانکہ ان کے قلوب غیر متفق ہیں، اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے'' (الحشر: ۱۴)، یہ امت امت واحدہ کیسے ہوسکتی ہے جبکہ ان کے علماء خود کی عیدوں اور ان کے شعائر کے ایام کے سلسلہ میں بھی متفق نہیں ہیں۔

قابل صد احترام علماء وفضلاء!

مسلمان رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''تم میں سے جو شخص (رمضان کے) مہینہ کو پائے تو اس کو روزہ رکھنا چاہیئے'' (البقرۃ: ۱۸۵)، چنانچہ ماہ رمضان کی آمد وجوب صوم کا سبب ہوئی، تاہم ہمیں اس ماہ کی آمد کا علم کس طرح ہوگا؟ ہر امت کو اس کا علم اس کی طاقت ومقدرت کے مطابق علامات اور اشارات کے ذریعہ ہوتا رہا ہے، حضورؐ کے زمانہ میں یہ امت

بے پڑھی لکھی تھی، مہینوں کی ابتدا کا علم انھیں ظاہری رؤیت سے ہی ہوتا تھا، اور اگر موسم کی خرابی کے باعث ظاہری رؤیت ممکن نہ ہوتی تو وہ مہینہ کے تیس دن مکمل کرتے تھے، اور ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوتا تھا، چونکہ تمام مسلمانوں کا ایک ہی دن روزہ رکھنا اور ایک ہی دن عید منانا چاند کی رؤیت اور عدم رؤیت سے زیادہ اہم ہے، اس سلسلہ میں حضورؐ کا فرمان ہے: ''روزہ اس دن ہے جس دن تم سب روزہ رکھو، اور عید اس دن جس دن تم اپنے روزے مکمل کرلو، اور قربانی اس دن ہے جس دن تم قربانی کرو'' (سنن ترمذی، کتاب الصوم، حدیث نمبر: ۶۹۷)، کیا یہ حدیث مسلمانوں کے روزہ اور عید میں اتحاد اور یکسانیت پر دلالت نہیں کرتی؟ کیا ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم ''مہینہ پانے'' کا اعتبار کریں، اور رویت کو اس زمانے کے لئے آغاز مہینہ کے علم کا وسیلہ مانیں جب امت صرف رویت کے ذریعہ ہی مہینہ کے آغاز کا علم حاصل کرسکتی ہے، یہ صحیح ہے کہ قرآن کی آیت ''**فمن شهد منكم الشهر فليصمه**'' میں جو ''شهد'' کا لفظ آیا ہے اس کے بارے میں اور ''شهر'' کے اعراب کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے، لیکن کیا ''شهــد'' کے معانی میں سے ایک علم نہیں ہے؟ تو بصری رؤیت اور ہمارے زمانے کی فلکیاتی سائنس کی تحقیق میں سے علم اور یقین کے لحاظ سے کون زیادہ مفید ہے؟ نیز ماہرین فلکیات نے یہ بات ثابت کی ہے کہ بعض ممالک نے کسی دن بصری رؤیت یعنی بصری رویت کی گواہی پر اعتماد کرتے ہوئے روزہ یا عدم روزہ یا عید کا اعلان کیا، جبکہ ان کی تحقیق کے مطابق اس دن رؤیت ممکن ہی نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ کچھ عرصہ سے بصری رؤیت کو اس دن معتبر نہیں مانتے جبکہ فلکیاتی تحقیق کے مطابق اس دن رؤیت ممکن نہ ہو، یعنی یہ فلکیاتی حساب کو اثبات کے بجائے نفی میں معتبر مانتے ہیں، تو کون سی چیز مانع ہے کہ ہم فلکیاتی حساب کو اثبات میں بھی معتبر ماننا شروع کردیں جبکہ ہم یہ جان چکے اور تسلیم کرچکے ہیں کہ چاند اور سورج کے طلوع کے سلسلہ میں فلکیاتی حساب نہایت دقیق حساب ہوتا ہے؟ دوسری جانب اوقات نماز کے سلسلہ میں ہم سب فلکیاتی حساب کا اعتبار کرتے ہیں، جبکہ حضورؐ نے تو اوقات نماز کے بارے میں سورج، طلوع فجر یا طلوع شفق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشادات فرمائے ہیں، تو کیا بات ہے

کہ مہینوں کی ابتدا کے بارے میں فلکیاتی حساب کو معتبر ماننے میں ہمیں تامل ہے؟

عزیز بھائیو!

ہم سب قمری مہینوں کی ابتدا کے سلسلہ میں اتفاق ممکن ہے، مظلوم اور تباہی و بربادی کی شکار امت اسلامیہ کو آپ سب سے یہی امید ہے، یہ عاجز اللہ کے روبرو دست بدعا ہے کہ یہ سیمینار امت کی اتحاد و یکجہتی کی ابتدا اور ہجری کیلنڈر کی وحدت کا ذریعہ۔ اور جہاں تک اختلاف مطالع اور حقیقی یا حکمی رؤیت سے تو امت کی وحدت کہیں زیادہ اہم اور مقدم ہے، میں ذاتی طور پر اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ اگر عصر حاضر میں حضورؐ موجود ہوتے تو کیا اس بات کی اجازت دیتے اور یہ گوارہ کرتے کہ امت کی عیدوں میں اختلاف ہو؟ میرا خیال ہے کہ وہ اس کے لئے تیار نہ ہوتے بلکہ اس کا کوئی دوسرا حل تلاش کرتے۔

اس سلسلہ میں میرا خیال یہ ہے ہم حکمی رؤیت یعنی دنیا کے ہر ایسے علاقہ میں امکان رویت کو جہاں انسان بستے ہوں معتبر مانیں اور اس بات کو ہم تسلیم کرلیں کہ کہیں کی حکمی رویت کی وجہ سے ماہ رمضان ان ممالک میں شروع ہو چکا ہے جہاں کے باشندوں کے لئے روزہ کی نیت اس دن درست ہو، آپ جانتے ہی ہیں کہ نیت طلوع فجر سے قبل اور احناف کے یہاں نصف نہار شرعی سے قبل تک درست ہوجاتی ہے، اور اگر ہم یہ کہیں کہ یوم شرعی ان ممالک میں بھی شروع ہو چکا ہے جہاں چاند کا قرآنی طلوع ہو چکا ہے (یعنی جہاں چاند سورج کے مرکز سے آگے بڑھ چکا ہے لیکن ابھی یہ قابل رویت نہیں ہوا ہے) تو یہ بھی اسلام کے خلاف نہیں ہے، چونکہ اصل دخول شہر ہے اور رؤیت تو اس کے دخول کی معرفت کا ذریعہ ہے۔

اخیر میں میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مسلمانوں کے مسائل میں سے ایک بڑے مسئلہ کے حل کے لئے منعقدہ اس سیمینار میں شرکت فرمائی۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

☆☆☆

قمری مہینوں کی تعیین کے سلسلے میں فلکی حساب کا اعتبار یوری مسلمانوں کی ایک ضرورت

ڈاکٹر احمد باللہ
تیونس

تمہید:

اس بات سے ہم سب بخوبی واقف ہیں کہ متعدد اسلامی عبادات بالخصوص روزے اور حج قمری مہینوں کی ابتدا کے علم سے مربوط ہیں، اسی وجہ سے مسلمانوں کو اپنی عبادات کی دائیگی کے لئے شرعی کیلنڈر کی ضرورت پڑتی ہے، اور اگر مسلمان مسلم ممالک میں ہوں تو اپنے شعائر کی ادائیگی کے سلسلہ میں ضروری باتوں سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے اپنے یہاں کے قابل اعتبار دینی اداروں اور تنظیموں سے رجوع کرتے ہیں، یورپی مسلمانوں کو کوئی ایسا دینی ادارہ حاصل نہیں ہے جو ایسے امور میں ان کے لئے مرجع ہو، اس سلسلہ میں انہیں ایک ایسے عام ومنضبط منہج کی ضرورت ہے جو ان کے اتحاد کو یقینی بنائے، دیگر علاقوں کے مسلمانوں کی طرح یورپ کے مسلمانوں کی بھی یہ خواہش ہے کہ وہ اپنے دینی شعائر کی ان کے مشروع اوقات میں ادائیگی کریں، ان کی خواہش یہ بھی ہوتی ہے کہ ان شعائر کی ادائیگی میں اتحاد یکجہتی کا منظر بھی نظر آئے، لیکن قمری مہینوں کی ابتدا کے تعلق سے عالم اسلام کے مسلمانوں کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کا اثر یورپ کے مسلمانوں پر بھی پڑتا ہے، خصوصا ماہ رمضان کی شروعات اور ایام عید

الفطر کی تحدید کے موقع پر، دوسری طرف عیدالاضحیٰ کے متعلق اختلاف نہ کے برابر ہوتا ہے چونکہ مسلمانوں کی اکثریت ماہ ذی الحجہ کی ابتدا کے بارے میں حکومت سعودیہ عربیہ کے اعلان کا اتباع کرتی ہے، اس لئے کہ عیدالاضحیٰ کا فریضۂ حج اور اس کے مناسک سے گہرا ربط ہے، مثلاً یوم عرفہ جب دنیا کے مختلف گوشوں سے آنے والے حجاج کرام ایک ہی دن ایک ہی جگہ جمع ہوتے ہیں۔

عیدین اور روزوں کی ابتدا کی تحدید سے متعلق بار بار پیدا ہونے والے اس اختلاف کے سلسلہ میں مغربی یورپ (۱) کے مسلمانوں کے یہاں مندرجہ ذیل متعدد موقف پائے جاتے ہیں:

۱۔ ایک موقف ان لوگوں کا ہے جو مملکت سعودیہ عربیہ کے اعلان پر اس وجہ سے اعتماد کرتے ہیں کہ وہاں حرمین وقبلۂ مسلمین ہے۔

۲۔ دوسرا موقف ان تارکین وطن کا ہے جو اپنے اصل ممالک کے مطابق عمل کرتے ہیں، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان ایک ہی شہر کے اندر اور بسا اوقات ایک ہی مسجد کے مصلیوں کے مابین اختلاف رونما ہوجاتا ہے۔

۳۔ تیسرا موقف ان لوگوں کا ہے جو ایک ملک یا ایک شہر کے مختلف اداروں اور تنظیموں کے درمیان یکسانیت اور ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یا تو کسی واضح اور منضبط قاعدہ کی روشنی میں یا پھر کسی ایسے اتفاق کی بنیاد پر جس میں دنیا کے مختلف ممالک کے درمیان اعلان کے اتفاق یا اختلاف کے مطابق موجودہ حالات کی رعایت ہوتی ہے۔

قمری مہینوں کی ابتدا کو پیشگی مقرر نہ کرنے کے منفی اثرات:

قمری مہینوں کی ابتدا کو پیشگی مقرر نہ کرنے کے متعدد منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، بطور خاص ماہ رمضان کے روزوں کی ابتدا اور عیدین کے ایام کے سلسلہ میں اس کے نقصانات اور واضح ہوجاتے ہیں، ان منفی اثرات کو اجمالی طور پر یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ مشرقی یورپ کے مسلمان اپنے دینی اداروں کے اعلانات کا اتباع کرتے ہیں۔

۱۔اس مسئلہ کے بارے میں عالم اسلام کے مسلمانوں کے درمیان پیدا ہونے والی اختلافی صورتحال کے اثرات یورپ کے مسلمانوں پر بھی پڑتے ہیں، حالانکہ وہ اختلاف جو متعدد ممالک کے درمیان ہوتا ہے اور دوسرا وہ اختلاف جو ایک ہی ملک کے مسلمانوں کے مابین واقع ہوتا ہے دونوں کی نوعیت میں کافی فرق ہے، اس لئے کہ (عالم اسلامی کے) ہر ملک کے مسلمانوں کے یہاں اپنی الگ ایک دینی اتھارٹی ہوتی ہے جو کسی متفقہ اور قطعی رائے کو اختیار کرنے کی پوزیشن میں ہوتی ہے وہ کسی ایک نقطۂ نظر کی تصویب کر کے اسی پر عمل درآمد کرتی ہے، لہٰذا عام طور پر ایک ہی ملک کے اندر اختلاف کے امکانات کم ہوتے ہیں، لیکن یورپ کے مسلمان چونکہ کسی مخصوص دینی بورڈ یا ادارہ کے پابند نہیں ہیں،، اس لئے یکساں تحدید کے نہ ہونے کی وجہ سے انھیں ایسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس سے گلوخلاصی ممکن نہیں ہوتی۔

۲۔ یورپی معاشروں کی نگاہ میں مسلمانوں کی پوزیشن کے سلسلہ میں ایک منفی تصویر ابھرتی ہے، وہ انھیں آپس میں ایک دوسرے سے مختلف پاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ دیکھتے ہیں کہ عبادت سے متعلق شعائر میں بھی مسلمانوں کے مابین وحدت نہیں پائی جاتی جبکہ اس کو تو ہر قسم کے اختلاف سے قطعی پاک ہونا چاہئے۔

۳۔رمضان کے روزوں کی ابتدا اور یوم عید کی تحدید سے متعلق واقع ہونے والے اختلاف کے حق میں یہ کہہ کر جواز پیدا کرنا کہ اس کا سبب رؤیت ہلال کے اثبات میں اختلاف کا موجود ہونا ہے، کہ ایک نقطۂ نظر کے مطابق روزہ اور عید سے متعلق شریعت کے حکم پر عمل کی بنا ظاہری رؤیت ہلال پر ہے، جبکہ دوسرے نقطۂ نظر کی رو سے اس حکم پر عمل کے لئے رؤیت سے متعلق فلکیاتی تحقیق کا سہارا لیا جانا چاہئے، اس کی وجہ سے بہت سارے یورپین باشندوں کے ذہنوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے اندر آپس میں اپنے دین سے متعلق فہم ہی میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ دینی نصوص کے مقرر کردہ ضابطوں پر عمل کیا جانا چاہئے یا پھر جدید کائناتی علوم کی تحقیقات پر اعتماد کرنا چاہئے، چونکہ رؤیت ہلال کے امکان کا علم ایک ایسی چیز ہے جس کا

انضباط آج کے دور میں دقیق فلکیاتی حساب کے ذریعہ قطعی علمی شکل میں ممکن ہے اور پیشگی ممکن ہے، اور ظاہری آنکھوں یا مخصوص آلات کے بھروسے رؤیت ہلال کے سلسلہ میں کوشش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جبکہ دوسری جانب بصری رؤیت کا مبنی برظن ہونا اور رؤیت سے متعلق علم الفلکیات کی تحقیق کا قطعی ہونا واضح ہے۔

۴۔ یوم عید کی پیشگی تعیین نہ ہونے کی وجہ سے سرکاری محکموں اور پرائیویٹ کمپنیوں میں کام کرنے والے مسلم ملازمین کی بڑی تعداد کو عید کے روز بھی رخصت سے محروم ہونا پڑتا ہے، اور اگر پیشگی تعیین ہوجائے تو اس بڑی تعداد کو بھی نماز عید ادا کرنے اور اپنے خاندانوں کے ساتھ عید منانے کا موقع مل پائے گا، اس لئے کہ ان اداروں اور کمپنیوں کو اپنے ملازمین کی چھٹی کے دنوں کی پیشگی طور پر تعیین کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ وہ اپنے امور کی تنظیم کرسکیں، بہت سارے یورپین ممالک اسلامی تہواروں کی مناسبت سے مسلم ملازمین کو رخصت کے حصول کا حق فراہم کرتے ہیں، تاہم ان کا مطالبہ ہوتا ہے کہ ان تہواروں کی تاریخیں سرکاری محکموں کو پیشگی طور پر معلوم ہوں۔

اس موقع پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں کو ان کی عیدوں کے دن خوشیاں منانے کا موقع دینا ان اہم امور میں سے ہے جن سے ان کے اسلامی تشخص اور شناخت کا تحفظ ہوتا ہے، بطور خاص نئی نسل کے بچوں کے حق میں اس کی اہمیت دوچند ہوجاتی ہے، تاہم یہ چیز ایسی صورتحال میں کیونکر ممکن ہے جب والدین اور خاندان کے ذمہ دار عید کے دن بھی اپنے کاموں سے فارغ نہ ہو پائیں اور بچے گھر میں اکیلے ہوں یا خود بچے اپنے اسکولوں میں ہوں۔

عالم اسلام کے مسلمانوں کو یہ دشواری درپیش نہیں ہے چونکہ ان کے یہاں عید کے دنوں میں ملک کے تمام باشندوں کے لئے سرکاری چھٹی ہوا کرتی ہے، جبکہ یورپ کے غیر مسلم ممالک میں موجود مسلمانوں کا معاملہ اس سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔

۵۔ اسی طرح ایام عید کی پیشگی تعیین نہ ہونے کی وجہ سے مسلم طلبہ اپنے اسکولوں سے

رخصت حاصل نہیں کر پاتے، لہٰذا اگر وہ پیشگی اطلاع کے بغیر اسکول سے غیر حاضر ہو جائیں تو کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ٹھیک عید ہی کے دن ان کی غیر حاضری میں مخصوص امتحانات یا ٹیسٹ منعقد ہو جاتے ہیں، جبکہ اگر عید کی تاریخیں پیشگی طور پر معلوم ہوں تو تعلیمی کیلنڈر میں اس کی رعایت کرنے میں سہولت ہوگی، یورپ کے بعض ممالک میں یہ بات پیش آتی ہے، جہاں عام اسکولوں کے ذمہ دار عید کی تاریخوں کے معلوم کرنے میں دلچسپی لیتے ہیں تا کہ اکیڈمک کیلنڈر میں اس کی رعایت ہو سکے۔

۶۔نماز عید کی مناسب تیاری کے سلسلہ میں مسلم تنظیموں اور اداروں کو ایام عید کی پیشگی تحدید نہ ہونے کی وجہ سے نہایت دشواری اور تنگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہ بات سب کو معلوم ہے کہ نماز عید میں ہمیشہ مسلمانوں کی بہت کثیر تعداد شریک ہوتی ہے، اور اس کثیر تعداد کی حاضری کے پیش نظر اسی لحاظ سے مساجد میں تیاری کی ضرورت پڑتی ہے، یورپ کے بہت سارے شہروں میں مسلمان اس مقصد سے میونسپلٹی کے وسیع وعریض ہال بک کراتے ہیں، اور یہ ہال عام طور پر ان ڈور اسٹیڈیمس ہوتے ہیں جن کو نماز عید کے لئے صرف ایک دن ہی لئے بک کرنا ممکن ہوتا ہے، اور یوم عید کے پیشگی علم نہ ہونے کی بنا پر ان ہالوں کو مسلسل دو دنوں کے لئے بک نہیں کیا جا سکتا، نماز عید کے لئے اگر اس کے علاوہ دوسرے قسم کے ہالوں کو کرایہ پر حاصل کیا جائے تو بھی یہی دشواری لاحق ہوتی ہے، لہٰذا جس دن ہال کو بک کرانا ہے وہ دن پیشگی متعین طور پر معلوم ہونا ضروری ہے۔

۷۔اسی طرح قبل از وقت عید کی تعیین نہ ہونے کی وجہ سے یورپ میں بعض ذمہ داروں مثلاً شہروں کے میئرز اور ممبران پارلیمنٹ کو بھی دقت پیش آتی ہے، اور وہ یوں کہ یہ لوگ اس موقع پر مسلمانوں کو عید کی مبارکباد پیش کرنے کے لئے عید کے دن مساجد نہیں آپاتے، اور خاص طور پر اس قسم کے لوگوں کے لئے مسلمانوں کو ان کی عید کی مبادکباد دینے کے مقصد سے مسلسل دو دنوں کے لئے اپنی مشغولیات اور مقررہ کاموں کو ملتوی کرنا ممکن نہیں ہوتا، اور یہ بات

مخفی نہیں ہے کہ اس طرح کے دینی مواقع پر ان ذمہ داروں کا مسلمانوں کے بیچ آنا مسلمانوں پر کتنے عمدہ اور مثبت اثرات مرتب کرتا ہے، اور ان کے سماجی تعلقات کے لئے کتنے مفید پہلو رکھتا ہے، اسی طرح سماج میں مسلمانوں کے دینی شعائر کے اعتراف اور ان کے تئیں اہتمام پیدا کرنے میں کتنا فعال کردار ادا کرتا ہے۔

۸۔ ماہ رمضان یا ماہ شوال کی پیشگی تحدید نہ ہونے کے باعث ذرائع ابلاغ کے لئے روزوں کی ابتدا یا یوم عید کا قبل از وقت اعلان نشر کر پانا مشکل ہوتا ہے، حالانکہ ذرائع ابلاغ اپنے خبری نشریات میں رمضان یا عید کے اعلان پر توجہ دینے لگے ہیں، لیکن انھیں مجبوراً دن کے آخری حصہ تک انتظار کرنا پڑتا ہے تاکہ وہ یہ اعلان نشر کر سکیں کہ اگلا دن رمضان کی پہلی تاریخ ہے یا نہیں، یا پھر عید ہے یا نہیں، اور مشکلات اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں جب کوئی ایک اسلامی ادارہ رؤیت ہلال کے اعلان کا ذمہ دار نہ ہو۔

۹۔ اس کا ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ ذرائع ابلاغ کے جو ادارے نماز عید کا کوریج دینا چاہتے ہیں، وہ اپنے صحافیوں کی ایک ٹیم اس کام کے لئے متعین نہیں کر پاتے کہ وہ عید کے دن مساجد و اسلامی مراکز جائیں، ہم نے بعض نیوز چینلس کو عید سے متعلق مختصر خبر نشر کرنے کے لئے یہ عذر پیش کرتے ہوئے پایا ہے کہ وہ اس کو مناسب کوریج نہیں دے پائے تھے، مسلمانوں کے ذریعہ عیدیں منانے کے مناظر اگر ذرائع ابلاغ نشر کر سکیں تو اس سے معاشرہ کو اسلامی زندگی کے مظاہر سے واقفیت پیدا ہوگی۔

۱۰۔ روزوں اور عید کی قبل از وقت تعیین نہ ہونے کی وجہ سے ہر سال مسلمانوں کے مابین اس مسئلہ پر اختلاف اور تنازع کی فضا قائم ہو جاتی ہے، اور اس تنازع میں مسلمان گزشتہ کئی سالوں سے جی رہے ہیں، اور یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ کاش وہ دن آئے جب اس مسئلہ کا کوئی ایسا حل نکلے کہ تمام مسلمان ایک متحدہ اور واضح نقطۂ نظر پر جمع ہو پائیں، نسل نو کے فرزندوں کی بھی یہی تمنا ہے جنھیں اس اختلاف کے اسباب و وجوہات کا صحیح ادراک نہیں، ان کی آرزو یہی ہے کہ

تمام مسلمان اپنے دینی شعائر اور عیدوں میں وحدت ویگانگت اور یکجہتی واتفاق کا مظاہرہ کریں۔

رمضان اور عید کی قبل از وقت تعیین نہ ہونے کے یہ چند منفی اثرات اور نقصانات ہیں جن کا اس مسئلہ میں فقہی رائے کی تعیین کے وقت اعتبار ہونا چاہئے، اس لئے کہ دین اسلام مکلفین سے حرج کو دور کرنے اور مصالح ومقاصد نیز فقہی اجتہاد کے مرتب ہونے والے نتائج اور مآلات کی رعایت کرتا ہے۔

چند قابل غور نکات:

(۱) فلکیاتی علمی تحقیق اور اس سے متعلق بحث ومباحثہ کا مقصد صرف اس بصری رؤیت پر اعتبار کی غلطی کو ظاہر کرنا نہیں ہے جس میں علمی معلومات پر اعتماد کو مسترد کر دیا جائے، یعنی اس کا مقصد صرف نفی تک ہی فلکی حساب کے اعتبار کو محدود کرنا نہیں ہے، اس لئے کہ اس کے ذریعہ رؤیت کی تصحیح میں تو مدد ملے گی، لیکن اس سے قمری مہینوں کی ابتدا کی پیشگی کی تعیین کی ضرورت پوری نہیں ہوگی، اور یہ ضرورت یورپ کے مسلمانوں کی بھی ہے اور مسلم ممالک کے مسلمانوں کی ہے۔

(۲) صحیح فقہی رائے اس سلسلہ میں اساس کی حیثیت رکھتی ہے جس پر فلکیاتی علمی تحقیق کی بنیاد رکھنی چاہئے، اس لئے کہ جب تک اصحاب فقہ وفتاویٰ حقیقی سوالات اس لئے کہ ان کے جوابات نہیں دیں گے اس وقت تک اس اختلاف اور تنازعہ کا خاتمہ نہیں ہو پائے گا، اور فلکیاتی تحقیق سائنس کے اعتبار کو لازمی قرار دیتی رہے گی، لیکن اختلاف ختم نہیں کر سکے گی۔

چند شرعی سوالات جو صریح اور واضح جوابات کے منتظر ہیں:

(۱) رمضان کے روزوں کے واجب ہونے کی شرعی علت کیا ہے، دخول شہر (مہینہ کا آجانا) یا رؤیت ہلال؟

(۲) شرعی نقطۂ نظر سے دخول شہر کا اثبات حکم تکلیفی ہے یا حکم وضعی؟ یا دوسرے الفاظ میں ہماری عبادت رؤیت ہلال کے ذریعہ ہوتی ہے یا پھر روزوں کے ذریعہ؟

(۳) کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ بصری رؤیت وسیلہ کی حیثیت سے اس امی امت کے حالات کے ساتھ مخصوص تھی جو نہ لکھنا جانتی تھی اور نہ حساب، اور بصری رؤیت ہی ان کے پاس دستیاب اور آسان وسیلہ تھا؟ اور کیا جب دیگر ایسے وسائل میسر ہوجائیں جو بصری رؤیت سے بے نیاز کردیں تو کیا اس سے عدول واجب ہوگا، چونکہ وہ وسیلہ ہے نہ کہ غایت؟

(۴) جب فلکیاتی حساب قطعی ہے اور اس کے علمی نتائج ماہرین فلکیات کے درمیان متفق علیہ ہیں، جس کے ذریعہ اس کے نتائج کو قطعیت حاصل ہوتی ہے، تو کیا شریعت کے اس قاعدہ کی روشنی میں کہ قطعی چیز کو ظنی چیز پر ترجیح دی جائے گی کیا فلکیاتی حساب کو بصری رؤیت پر اس کو ظنی مانتے ہوئے ترجیح نہیں دی جاسکتی؟

(۵) بصری رؤیت کے لئے عملی کاوش کے بجائے ہم علم فلکیات کے پیشگی حساب پر انحصار کیوں نہیں کرسکتے، جو نہایت دقیق اور قطعی انداز میں امکان رؤیت کا پتہ دیتا ہے، اس لئے کہ اس اعتبار سے فلکیاتی حساب احترام رؤیت کے منافی نہیں ہے بلکہ وہ تو قبل از وقت اس کی خبر دینے والا ہے، چنانچہ فلکیاتی حساب ہمیں ایسے چاند کا پتہ نہیں دیتا جس کی ابھی پیدائش ہی نہ ہوئی ہو یا جس کی رؤیت ممکن نہ ہو۔

(٦) قابل اعتماد علمی شرائط کے مطابق فلکیاتی حساب کے اعتبار کا جب ہم نے فیصلہ کرلیا تو اختلاف کو ختم کرنے میں کون سی چیز زیادہ اقرب ہے، یکساں فلکی کیلنڈر یا پھر دوہرا فلکی کیلنڈر؟

یکساں فلکی کیلنڈر کی چند خصوصیات:

یکساں فلکی کیلنڈر کی متعدد خصوصیات اور امتیازات ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

☆ اس سے اس بات کا یقین حاصل ہوتا ہے کہ قمری مہینہ کی ابتدا ایک ہی لمحہ میں متحقق ہوگی، اور یہ اسلام کی فطرت کے زیادہ مطابق ہے، اس لئے کہ وہ اپنے پیغام اور پورے کرۂ ارض پر مسلمانوں کے حقیقی وجود کے لحاظ سے ایک عالمی اور آفاقی دین ہے۔

☆ اختلاف کوختم کرنے میں یکساں فلکی کیلنڈر سب سے زیادہ مؤثر ہے اس لئے کہ وہ جغرافیائی لحاظ سے مہینہ کی ابتدا کوصرف ایک ایسی شرط سے وابستہ کرتا ہے جو پوری کائنات پرمشتمل ہے۔

☆ اور دوہرے کیلنڈر پرعمل کرنے کی وجہ سے اختلاف دورنہیں ہوگا ،کیونکہ جب فلکیاتی حساب کے ذریعہ بعض بڑے مسلم ممالک میں امکان رؤیت کی تحقیق نہیں ہو پائے گی تو کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ فلاں اورفلاں ملک میں بھی رؤیت ہلال ممکن نہیں ہے، اور نتیجتاً اختلاف ہنوز برقرار رہے گا۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علی محی الدین قرہ داغی

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی المبعوث رحمۃ للعالمین سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ، امابعد

اللہ تعالیٰ نے شعائر کی حیثیت رکھنے والی اکثر عبادات کو متعین اوقات سے مربوط کیا ہے، جیسے نماز، زکاۃ، روزہ اور حج، ان میں سے کچھ کا تعلق چاند سے ہے، جیسے روزے، حج، اور زکاۃ، اور کچھ کا تعلق سورج کی گردش سے ہے، جیسے پنج وقتہ نمازیں، جن کے اوقات کی تعیین ہر شہر میں کیلنڈروں کی مدد سے کی جاتی ہے۔

روزے، حج اور زکاۃ کے حوالہ سے بات کریں تو ان کے اوقات کے آغاز وانتہا کی بابت بہت اختلاف ہے، خاص طور پر روزوں سے متعلق یہ بحث بہت گرم ہے کہ کیا صرف چاند کی رویت پر ہی اعتماد کیا جائے گا؟ یا صرف فلکیاتی حساب پر ہی اعتماد کیا جائے گا؟ یا ان دونوں پر کیا جائے گا، اور کیا فلکیاتی حساب اثبات ونفی دونوں کی بابت حجت ہے یا صرف نفی کی بابت حجت ہے؟

اس طرح کے متعدد سوالات ہر برس اٹھتے ہیں، یہ محض ایک نظریاتی مباحث کی حیثیت نہیں رکھتے ہیں، بلکہ ان کے عملی نتائج بھی برآمد ہوتے ہیں، (بالخصوص مسلم اقلیتی ممالک میں) رمضان کے آغاز اور عید الفطر کی بابت اختلاف اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ ایک ہی شہر میں چار مختلف دنوں کی بابت لوگ یکم رمضان یا عید الفطر ہونے کا گمان رکھتے ہیں، اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ان غیر مسلم ممالک میں آباد مسلمانوں کو عید کے دن کی چھٹی بھی نہیں مل پاتی، اس لئے کہ حکومت

ایک دن سے زیادہ چھٹی نہیں دے سکتی ہے، پھر ان غیر معقول اختلافات نے اس اسلام کی تصویر بھی غلط پیش کی ہے جو امت کے مشاعر اور شعائر میں حتی الامکان اتحاد کا خواہاں ہے۔

زیر نظر تحریر میں ہم پہلے استانبول کی دوسری کانفرنس کی تمہید کا خلاصہ ذکر کریں گے، پھر موضوع کے مباحث وموضوعات پر تین بنیادی عناوین کے تحت گفتگو کریں گے، یہ تین عناوین ہیں:

۱۔ اس کانفرنس کی علمی کمیٹی کی کاوشیں، یکساں جنتری اور غیر یکساں جنتری کی شرعی وفقہی بنیادیں۔

۲۔ اس سلسلہ کی وہ قابل ستائش کاوشیں جو مختلف فقہ اکیڈمیوں نے یا ان ممالک نے انجام دی ہیں جنہوں نے اس موضوع پر بہت اچھی کانفرنسیں منعقد کی ہیں، ان کانفرنسوں اور سیمیناروں کی تجاویز کی روشنی میں ہم متفق علیہ اصولوں کا تذکرہ کریں گے۔

۳۔ مختلف فیہ مسائل، چند تمہیدی مقدمات کا تذکرہ کرنے کے بعد ہم ان مسائل کی بابت فقہی اصولی گفتگو کریں گے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اتحاد امت کے ہمارے مقصد میں ہم سب کو توفیق سے نوازے، ہمارے تمام امور میں اپنی توفیق ہمارے شامل حال کرے، عقیدہ کی بابت غلطیوں سے ہماری حفاظت کرے، ہمارے اقوال وافعال میں اخلاص دے، ہمارے حقیر اعمال کو محض اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے، ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے، ہماری لغزشوں کو معاف فرمائے، اسی کی ذات ہمارے لئے کافی ہے، وہ ہمارا مالک ہے، بہترین مالک ہے اور توفیق اور مدد سے بہترین نوازنے والا ہے۔

☆☆☆

اس کانفرنس کی علمی کمیٹی کی کاوش، یکساں اور غیر یکساں کیلنڈر کی شرعی وفقہی بنیادیں

اول: دوسری استانبول کانفرنس کی تمہید کا خلاصہ:

اس کانفرنس کی تجویز چند برس پیشتر ترکی کے ادارۂ مذہبی امور نے پیش کی تھی، پھر اس پر عمل کا آغاز متعدد ماہرین شریعت اور ماہرین فلکیات کو اس اہم موضوع پر تبادلۂ خیال کے لئے مدعو کرنے سے ہوا، ان حضرات میں سے چند کا انتخاب کر کے ایک علمی کمیٹی تشکیل دی گئی، جس کے ارکان مندرجہ ذیل حضرات تھے:

ڈاکٹر اکرم کلش (ترکی)

ڈاکٹر علی محی الدین قرہ داغی (قطر)

جمال الدین عبدالرازق (مراکش)

ڈاکٹر شرف القضاۃ (اردن)

احمد جاباالله (فرانس)

محمد شکوت عودہ (امارات)

ڈاکٹر نضال قسوم (شارجہ)

خالد شکوت (امریکہ)

یمن متولی (مصر)

محمد غریب (مصر)

ڈاکٹر ذوالفقار شاہ (امریکا)

ڈاکٹر جلال الدین خنجی (شام)

ڈاکٹر کاشف حمدی اوکور (ترکی)

ڈاکٹر مصطفیٰ بولند داداش (ترکی)

الہامی آشققایا (ترکی)

حمیرا انور ایسلک (ترکی)

پھر تین برس کے عرصہ میں اس کمیٹی کے پانچ اجلاس ہوئے، جن میں بالآخر یہ قرار پایا کہ دوسری استانبول کانفرنس میں ایک یا ایک سے زائد جنتری جاری کرنے پر توجہ مرکوز کی جائے، تاکہ تمام یا اکثر افراد امت کو متحد کیا جا سکے، اور ان اختلافات کو ختم کیا جا سکے جنہوں نے (بالخصوص مسلم اقلیتی ممالک میں) انتشار کی عجیب وغریب کیفیت پیدا کردی ہے۔

اسی لئے آخری اجلاس کو کیلنڈروں کے جائزے کے لئے خاص کردیا گیا تھا، اس اجلاس کے شرکا نے ان چار یکساں کیلنڈروں اور تین غیر یکساں کیلنڈروں کا جائزہ لیا، جو کانفرنس کے سکریڑیٹ کو پیش کی گئی تھیں، اوران پر چوتھے اجلاس میں زبردست مباحثہ بھی ہوا۔

یکساں کیلنڈر یہ تھے:

۱۔ ترکی کے ادارۂ مذہبی امور کا تیار کردہ وہ کیلنڈر جس پر ابھی عمل ہوتا ہے۔

۲۔ ترمیم شدہ ترکی کیلنڈر۔

۳۔ جناب عبدالرزاق اور جناب شوکت کے ذریعہ تیار کی گئی کیلنڈر۔

۴۔ امام القریٰ کیلنڈر

غیر یکساں کیلنڈر یہ تھے:

۱۔ عالمی ہجری کیلنڈر (تیارہ کردہ: محمد شوکت عودہ)

۲۔ نضال قسوم کا کیلنڈر

۳۔ شرف القضاۃ کا مجوزہ

ذیل میں ہم ان کیلنڈر کے مثبت و منفی پہلوؤں کا تذکرہ کر رہے ہیں:

۱۔ ترکی کا موجودہ کیلنڈر (ادارۂ مذہبی امور کی کیلنڈر)

معیار/بنیاد: آنکھ سے رویت کا امکان، یعنی چاند کا مرکز سورج کے مرکز سے آٹھ درجے کی دوری پر ہو، اور گرینچ کے ٹائم کے اعتبار سے بارہ بجے سے پہلے پوری دنیا میں کہیں بھی غروب آفتاب کے وقت چاند افق سے پانچ ڈگری اوپر ہو، ایسی صورت میں اگلا شمسی دن نئے ہجری مہینے کا پہلا دن ہوگا۔

اس کیلنڈر کی مثبت باتیں:

- پوری دنیا میں نئے ہجری مہینہ کا ایک ہی شمسی دن میں آغاز:
- جس دن سے ہجری مہینہ کے آغاز کا اعلان کیا جاتا ہے اس بابت اس سے پہلے ہی پوری دنیا میں اتفاق، یعنی پوری دنیا کا کوئی بھی خطہ ایسا نہیں ہوگا کہ اس کی بابت اتفاق نہ ہو۔

اس کیلنڈر کے منفی پہلو:

- بسا اوقات دنیا کے مغرب میں واقع بعض ممالک میں رویت یا امکان رویت ہونے کے باوجود مہینے کا آغاز نہ ہو پانا، اس لئے کہ وہاں رویت گرینچ کے وقت کے مطابق رات بارہ بجے کے بعد ہوتی ہے۔
- بسا اوقات دنیا کے بڑے حصہ بشمول عالم اسلام میں رویت کا امکان نہ پائے جانے کے باجود مہینے کا آغاز، جو لوگ عالم اسلام میں رویت کی شرط لگاتے ہیں ان کے نزدیک یہ پہلو اس کیلنڈر کا منفی پہلو ہے، جو لوگ اس شرط کے قائل نہیں ہیں، اور ان کے نزدیک دنیا کے کسی بھی خطہ میں چاند کی رویت کافی ہے ان کے نزدیک یہ منفی پہلو

نہیں ہوگا،لیکن جولوگ رات کے کسی بھی حصہ میں اشتراک کی شرط لگاتے ہیں (جیسا کہ مصر کے اجلاس منعقدہ ۱۹۶۶ءاور کویت کے اجلاس منعقدہ ۱۹۷۳ء کے فیصلوں میں لگائی گئی ہے)،تو ان کے نزدیک یہ مسئلہ بالخصوص براعظم آسٹریلیا اور اس کے گردوپیش کے علاقوں کے لئے باقی رہے گا،لیکن یہ منفی پہلو آگے ذکر کئے جارہے تمام کیلنڈروں میں باقی رہتا ہے، چاہے کیلنڈر یکساں ہو یا غیر یکساں۔

اگر رویت گرینچ کے وقت کے مطابق رات کے بارہ بجے کے بعد (خواہ ایک ہی منٹ بعد) ہوئی تو مہینہ کے آغاز میں ایک دن کی تاخیر کی جائے گی ،یعنی اگر کسی علاقہ میں امکان رویت گرینچ کے معیاری وقت کے مطابق رات میں بارہ بجے بعد ہو تو مہینہ کا آغاز (وہاں بھی) ایک دن بعد ہوگا۔

۲۔ترکی کا ترمیم شدہ کیلنڈر (یعنی ادارۂ دینی امور کا کیلنڈر):

میعار؍بنیاد: آنکھ سے امکان رویت پر اعتماد،یعنی چاند کا مرکز سورج کے مرکز سے آٹھ درجے کی دوری پر ہو،اور گرینچ کے ٹائم کے اعتبار سے بارہ بجے سے پہلے پوری دنیا میں کہیں بھی غروب آفتاب کے وقت چاند افق سے پانچ ڈگری پر ہو، ایسی صورت میں اگلا شمسی دن نئے ہجری مہینے کا پہلا دن ہوگا۔

اس کیلنڈر کی مثبت باتیں:

- پوری دنیا میں نئے ہجری مہینہ کا ایک ہی شمسی دن میں آغاز۔
- حسابات میں مکہ مکرمہ کو بنیاد بنانے کے نتیجہ میں یہ کیلنڈر احمد شاکر اور دیگر بہت سے علما کی تجویز کے مطابق ہوگا۔
- اس کیلنڈر کے مطابق جس دن سے ہجری مہینہ کے آغاز کا اعلان کیا جاتا ہے،اس کی بابت اس سے پہلے ہی پوری دنیا میں اتفاق،یعنی پوری دنیا کا کوئی بھی خطہ ایسا نہیں ہوگا کہ اس کی

بابت اتفاق نہ ہو۔

منفی پہلو:

- بسا اوقات دنیا کے مغرب میں واقع بعض ممالک میں رویت یا امکان رویت ہونے کے باوجود ہجری مہینہ کا آغاز نہ ہونا، اس جنتری کے مطابق مہینہ کا آغاز اس وقت نہیں ہوگا جب رویت مکہ میں طلوع صبح صادق ہونے کے بعد ہو۔
- دنیا کے بڑے حصہ بشمول عالم اسلام میں رویت کے ناقابل امکان ہونے کے باوجود مہینہ کا آغاز ہوجانا، (اس حوالہ سے پچھلے کیلنڈر کے تذکرہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ذہن میں رہے)۔
- مکہ میں طلوع صبح صادق ہونے کے بعد (خواہ ایک ہی منٹ بعد) رویت ہونے کی صورت میں مہینہ کے آغاز میں ایک دن کی تاخیر، مثلاً اگر ہم یہ فرض کریں کہ اس دن مکہ مکرمہ میں صبح کے چار بجے صبح صادق طلوع ہوئی، اور دنیا کے کسی حصہ میں اس کے ایک منٹ بعد رویت کا امکان پایا گیا، تو کچھ علاقوں میں ایک دن کی تاخیر کی جائے گی۔
- ترکی میں اس وقت رائج اور معمول بہ کیلنڈر کا جب ہم اس کیلنڈر سے موازنہ کرتے ہیں، تو ہمیں بالخصوص براعظم امریکا کے لئے اس میں کم منفی پہلو دکھتے ہیں۔

۳۔ جناب جمال الدین عبدالرزاق اور جناب خالد شوکت کا کیلنڈر:

بنیاد/معیار: گرینچ کے وقت کے اعتبار سے ۱۲ بجے سے پہلے قران ہونا (یعنی چاند، سورج اور زمین ایک خط میں آجانا)۔

مثبت پہلو:

- پوری دنیا میں ایک ہی شمسی دن میں نئے ہجری مہینہ کا آغاز۔

- پوری دنیا میں قران ایک ہی لمحہ میں ہوتا ہے، اور کوئی خطہ ایسا نہیں ہوتا جہاں یہ دوسرے خطوں کے ساتھ ہی میں نہ ہو، بالفاظ دیگر فلکیاتی طور پر مہینہ کا آغاز اسی دن ہوگا جس دن کی بابت اعلان کیا جائے گا۔

منفی پہلو:

- بعض اوقات مغرب اقصی کے بعض ممالک میں رویت یا امکان رویت پائے جانے کے باوجود مہینہ کے آغاز میں تاخیر، اس کیلنڈر کے مطابق یہ تاخیر اس صورت میں ہوتی ہے جب قران کا عمل گرینچ کے وقت کے مطابق دن کے بارہ بجے کے بعد ہوگا۔
- دنیا کے مشرقی خطہ میں (جس میں اسلامی ممالک بھی ہیں) بکثرت مہینہ کا آغاز اس وقت ہونا جب وہاں رویت ہلال کا امکان ہی نہ ہو۔

۴۔ عالمی ہجری کیلنڈر (محمد شوکت عودہ کا کیلنڈر):

معیار/بنیاد:

مشرقی ہجری کیلنڈر کا علاقہ: یہ علاقہ مشرق میں ۱۸۰ درجہ طول البلد سے لے کر مغرب میں ۲۰ درجہ طول البلد تک ہے، اگر فلکیاتی حساب سے اس علاقہ کے کسی خطہ (خشکی کے خطہ) میں امکانِ رویت ہو تو اگلے دن سے اس علاقہ میں مہینہ کا آغاز ہوگا۔

مغربی ہجری جنتری کا علاقہ: ۲۰ درجہ طول البلد سے لے کر دونوں امریکی براعظموں کے مغربی حصوں تک یہ علاقہ ہے، پس اگر فلکیاتی حساب سے اس علاقہ کے کسی خطہ (خشکی کے خطہ) میں امکانِ رویت ہو تو اگلے دن سے اس علاقہ میں مہینہ کا آغاز ہوگا۔

مثبت پہلو:

- اس جنتری میں یہ منفی پہلو نہیں پایا جاتا ہے کہ امریکہ میں امکان رویت کے پائے جانے

کے باوجود بھی وہاں ہجری مہینے کے آغاز میں تاخیر کی جائے، جب کہ یہ منفی پہلو درج بالا ان کیلنڈروں میں پایا جاتا ہے جو پوری دنیا کے لئے یکساں ہیں۔

- اس کے ذریعہ پورے عالم اسلام کو ایک شمسی دن پر متفق کیا جا سکتا ہے۔

منفی پہلو:

- مغرب اقصیٰ میں واقع بعض جزیروں پر رویت و امکان رویت کے باوجود تاخیر ہوتی ہے، ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ رویت سمندر میں ہوتی ہے، خشکی میں نہیں۔
- بسا اوقات دنیا کے مشرقی حصہ (براعظم آسٹریلیا وغیرہ) میں مہینہ اس وقت شروع ہو جاتا ہے جب وہاں رویت ہلال کا امکان ہی نہیں ہوتا ہے۔

۵۔نضال قسوم کا کیلنڈر:

معیار/بنیاد:

عالمی ٹائمنگ کے اعتبار سے اگر مکہ مکرمہ میں طلوع صبح صادق اور دوپہر کے بارہ بجے کے درمیان قران پایا جائے تو دنیا کے مغربی حصہ میں اگلے دن سے نیا ہجری مہینہ شروع ہو جائے گا، اور مشرقی حصہ میں ایک دن بعد مہینہ کی شروعات ہوگی۔

اگر مکہ میں طلوع صبح صادق سے پہلے قران پایا جائے تو پوری دنیا میں اگلے دن نئے قمری مہینہ کی شروعات ہو جائے گی۔

مثبت پہلو:

- اس کیلنڈر میں امریکا میں امکانِ رویت کے باوجود وہاں کے لئے ایک دن کی تاخیر کرنا لازم نہیں آتا، جب کہ یکساں کیلنڈروں میں ایسا ہوتا ہے۔
- اس کے ذریعہ پورا عالم اسلامی ایک دن قمری مہینہ کا آغاز کرتا ہے۔

منفی پہلو:

- افریقہ ویورپ کے خشکی کے علاقہ میں آباد بعض مقامات پر امکانِ رویت کے باوجود کبھی کبھی نئے قمری مہینہ کا آغاز نہیں ہوتا۔
- بعض مہینوں میں (جیسا کہ رجب ۱۴۳۷ھ میں ہوا) رویت مکہ مکرمہ اور بحر ایٹلانٹک میں ہوئی، لیکن اس کے باوجود مہینہ کے آغاز میں تاخیر کی گئی، یہ تاخیر مکہ مکرمہ کی طرح افریقہ میں بھی ہوئی، یہ صورت ہر ۸۷ قمری مہینوں میں سے ۸ مہینوں میں پیش آتی ہے۔

ترکی کا ترمیم شدہ کیلنڈر، جمال الدین عبدالرزاق کا کیلنڈر اور محمد شوکت عودہ کا کیلنڈر میں موازنہ:

۱۔ ان کیلنڈروں کے مطابق تین برس میں صرف دو مرتبہ فرق واقع ہوا (۱۴۳۸ھ، ربیع الاول، شعبان)۔

۲۔ ترکی کے ترمیم شدہ کیلنڈر کے مطابق تین برس کے عرصہ میں امریکہ میں تین مہینوں کے آغاز میں تاخیر لازمی آئے گی، یہ مہینے ہیں: جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ، جمادی الثانیہ ۱۴۳۸ھ، رجب ۱۴۳۹ھ۔ ان مہینوں میں تاخیر جمال عبدالرزاق اور محمد شوکت عودہ کے کیلنڈروں کی رو سے بھی آئے گی، جمال عبدالرزاق اور محمد شوکت عودہ کے کیلنڈروں کے مطابق ان تین مہینوں کے علاوہ دو اور مہینوں میں بھی تاخیر ہوگی، یہ مہینے ہیں: ربیع الاول ۱۴۳۸ھ، شعبان ۱۴۳۸ھ، اس اختلاف (جسے ادارۂ مذہبی امور کی جنتری سے تاخیر کہا گیا ہے) کی وجہ یہ ہے کہ ادارۂ مذہبی امور استانبول کے معیارات/بنیادوں پر عمل پیرا ہے، جب کہ جمال عبدالرزاق اور خالد شوکت کے اپنے معیارات/بنیادیں ہیں۔

۳۔ جمال عبدالرزاق اور شوکت عودہ کے کیلنڈروں میں ان تین مہینوں میں تاخیر ہونے کی وجہ یہ

خیال ہے کہ چاند کی ولادت (قران) سے پہلے مہینے کا آغاز نہ ہوجائے، یعنی ان کے سامنے دو ہی راستے بچے تھے، یا تو قران سے پہلے مہینہ کا آغاز کردیں، یا پھر امریکا میں تاخیر کریں۔

مباحثہ وجائزہ کے بعد اس بات پر اتفاق ہوا کہ:

۱۔ کانفرنس میں دو کیلنڈر پیش کئے جائیں، ایک یکساں، اور دوسرا غیر یکساں۔

۲۔ یکساں کیلنڈر کے سلسلہ میں کمیٹی نے غالب تر اکثریت کے ساتھ ادارۂ مذہبی امور کے تیار کردہ اس کیلنڈر کو پیش کرنے کا فیصلہ کیا جو اس وقت معمول بہ ہے۔

۳۔ اس شرط کے ساتھ کہ کیلنڈر کے اختیار کردہ معیارات ربنیادیں فقہ اکیڈمیوں کی طرف سے پیش کی گئی تجویزوں کے مطابق ہوں، جو درج ذیل ہیں:

(الف) قمری مہینہ کے آغاز کے ثبوت کے سلسلے میں اصل حقیقی یا حکمی رویت ہے، خواہ یہ آنکھ سے ہو، یا رصدگاہوں کی مدد سے ہو یا جدید فلکی آلات کی مدد سے ہو۔

(ب) جب کسی شہر میں رویت ثابت ہوجائے تو تمام مسلمانوں پر اس کے مطابق عمل لازمی ہے، اختلافِ مطالع معتبر نہیں ہے، اس لئے کہ روزہ وافطار کے حکم کی بابت خطاب عام ہے۔

(ج) استانبول کانفرنس منعقدہ ۱۹۷۸ء کی شرائط رویت سے متعلق تجاویز پر عمل ہو۔

(د) ترکی کی کمیٹی محترم جمال الدین عبدالرزاق اور محترم خالد شوکت نیز علمی کمیٹی کے ارکان کے تعاون سے امریکا وغیرہ میں پائے جانے والے استثنائی حالات کو حل کرنے کی پابند ہو۔

(ھ) کمیٹی کو پیش کئے گئے دیگر تین کیلنڈروں سے استفادہ بھی کیا جائے۔

۴۔ غیر یکساں جنتری کے سلسلے میں کمیٹی نے غالب تر اکثریت کے ساتھ اجلاس میں پیش کئے گئے دو کیلنڈروں (قسوم اور عودہ کے کیلنڈروں) سے ماخوذ ایک کیلنڈر کا انتخاب کیا، کمیٹی نے ان دونوں کیلنڈروں کے بنانے والوں سے درخواست کی کہ وہ صحیح طریقہ پر باہمی تعاون کی راہ اختیار کریں اور ایک ایسا غیر یکساں کیلنڈر بنانے کی کوشش کریں جو مطلوبہ

اہداف کو پورا کر سکے۔

۵۔ یہ کام بیس دن کی مدت کے اندر کرلیا جائے۔

۶۔ منتخب یکساں کیلنڈر کے لئے ڈاکٹر نضال قسام اور غیر یکساں کیلنڈر کے لئے حمد مشکوت عودہ وضاحتی یادداشتیں ترتیب دیں، اور اضافہ یا ترمیم کے لئے اپنی ان تحریروں کو علمی کمیٹی کے تمام ارکان کو ارسال کریں۔

۷۔ کمیٹی نے اس بات پر اتفاق کیا کہ سیمینار مئی کے آخر میں ہو، اور دس دن کے اندر تمام ممالک میں رمضان وعیدین کی بابت اعلان کرنے والے عہدہ داران (وزراء اوقاف / قاضی القضاۃ) کو دعوت نامے ارسال کئے جائیں، اور دعوت نامے میں یہ بھی ذکر کیا جائے کہ سمینار کی مقرر تاریخ سے کم از کم ایک مہینہ بیشتر ان شاء اللہ دعوت نامے آپ کے پاس بھیجے جائیں گے، ان حضرات سے یہ بھی درخواست کی جائے کہ وہ سیمینار کے انعقاد سے پہلے اپنی گرانقدر آرا بھی ارسال کریں۔

دوم: یکساں اور غیر یکساں کیلنڈر کی فقہی وشرعی بنیادیں۔

دونوں منتخب کیلنڈر مندرجہ ذیل بنیادوں پر قائم ہیں:

(الف) رویت، خواہ محض آنکھ سے ہو یا جدید آلات کی مدد سے ہو۔

یہ بات طے ہے کہ پچھلے سیمیناروں نے اصولی طور پر رویت کو بنیاد بنایا تھا خواہ وہ محض آنکھ سے ہو یا جدید آلات کی مدد سے ہو۔

صحیح بات یہی ہے کہ جدید قسم کی دوربینوں کے ذریعہ دیکھنے سے شرعی رویت حاصل ہوجاتی ہے، اس لئے کہ یہ آلات آنکھ کے دیکھنے کی صلاحیت کو جلا دیتے ہیں، جیسے مائک کے ذریعہ آواز میں اضافہ کیا جاتا ہے، اور جیسے کہ چشمہ کے ذریعہ آنکھ کی پڑھنے کی صلاحیت کو بڑھایا جاتا ہے، اور پھر اس کے ذریعہ آنکھ ایسی چیزیں بھی پڑھ لیتی ہے کہ اگر چشمہ نہ ہوتو آنکھ اسے نہ پڑھ سکے۔

اس لئے جیسا کہ اس بابت پائے جانے والے اختلاف کی بابت گفتگو کرتے ہوئے آگے لکھا جائے گا، یہ اختلاف بہت معمولی ہے، اگر چہ اس پر معاصر علما کے درمیان بہت مباحثے ہوئے ہیں، اور اگر ہم اس موضوع پر ہمہ گیر مقاصدی غور وفکر کریں، اور صحیح وصریح شرعی نصوص کا احترام کریں، انہیں ان کے صحیح محمل میں رکھیں، نیز قطعی علم فلکیات کا بھی اعتبار کریں جو علم نجوم اور اس قدیم علم فلکیات سے بالکل مختلف ہے جس کی بنیاد محض اندازہ پر تھی تو پھر اس اختلاف کو حل کرنا بہت آسان ہے، آج کا علم فلکیات جدید آلات اور زبردست ٹیکنالوجی کے ذریعہ دقیق مشاہدہ پر مبنی ہے، یہ ٹیکنالوجی دور کو قریب اور چھوٹے کو بڑا کرکے دکھاتی ہے، اور اس کے ذریعہ ہم ذرات کو بھی دیکھ سکتے ہیں۔

(ب) اتحاد مطالع، یعنی کسی بھی علاقہ میں رویت ہلال پوری دنیا کے لئے شرعی رویت مانی جائے گی، جس سے رمضان کے مہینہ کا آغاز پوری دنیا میں ہوجائے گا، یہ رویت لوگوں کے لئے روزے کو فرض کردے گی۔

۱۹۶۶ء سے آج تک اس موضوع پر ہونے والی تمام کانفرنسوں اور فقہ اکیڈمیوں کے اجلاس میں یہ بالکل متفقہ اصول رہا ہے، لیکن یکساں کیلنڈر نے پوری دنیا کو ایک ہی مانا ہے، جب کہ غیر یکساں کیلنڈر نے امکان رویت رکھنے والے دنیا کے اکثر حصے کو ایک مانا ہے، اور جہاں امکان رویت نہ ہو اسے اپنے اختیار کردہ اصول کے مطابق مختلف خطہ مانا ہے۔

(ج) فقہ اکیڈمیوں کی تجاویز میں فلکیاتی حساب کے اعتبار کے لئے جو شرطیں لگائی گئی ہیں وہ پائی جارہی ہیں، جیسا کہ اس مطالعہ کے دوسرے مبحث میں آئے گا۔

(د) استابنول کانفرنس منعقدہ ۱۹۷۸ء کی یہ شرطیں بھی پائی جارہی ہیں کہ گرینچ کے وقت کے مطابق بارہ بجے سے پہلے دنیا میں کسی بھی جگہ غروب آفتاب کے وقت چاند کا مرکز سورج کے مرکز سے ۸ ڈگری دور ہو، اور چاند افق سے ۵ ڈگری اونچا ہو۔

(ہ) کچھ اور بھی اصول اور بنیادیں ہیں، جن کی تفصیل آگے آئے گی۔

☆☆☆

فقہ اکیڈمیوں اور مختلف حکومتوں کے منعقد کردہ سمیناروں کی مبارک کاوشیں اور ان کی تجاویز میں شامل متفقہ اصول وضوابط

مذکورہ بالا منفی پہلووں اور ان کے علاوہ دیگر منفی پہلووں کے پیش نظر اکثر اسلامی ممالک اور بالخصوص ترکی، سعودی عرب اور مصر نے اس سلسلے میں بہت اچھی کاوشیں کی ہیں، اور مطلوبہ اہداف کے حصول کو یقینی بنانے والے ٹھوس علمی نتائج حاصل کرنے کے لئے عظیم الشان کانفرنس اور سمینار منعقد ہوئے۔

ذیل میں ہم ان کاوشوں کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کررہے ہیں، پہلے ہم ان تجاویز کا تذکرہ کریں گے جن پر تمام فقہ اکیڈمیوں اور علمی کانفرنسوں کا اتفاق رہا ہے، پھر مختلف فیہ تجاویز ذکر کرکے ان کے دلائل کا جائزہ لیں گے، اور ان کے مابین ترجیح قائم کریں گے، متفقہ تجاویز کے لئے تو دلائل کے تذکرہ اور تجزیہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہم انہیں اس عظیم کانفرنس کے منتخبہ کیلنڈروں کی بنیاد بنائیں گے۔

فقہ اکیڈمیوں اور علمی کانفرنسوں وسمیناروں کی متفقہ تجاویز واصول:

(۱) رابطہ عالم اسلامی کے تحت قائم اسلامی فقہی اکیڈمی نے ۱۹ تا ۲۱/ ۳/ ۱۴۳۳ھ کو ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کی، جس کا عنوان تھا: **المـؤتـمـر العالمي لإثبات الشهور القـمـريـة بيـن عـلـماء الشريعة والحساب الفلكي** (قمری مہینوں کے آغاز کی بابت ماہرین شریعت و ماہرین فلکیات کی عالمی کانفرنس)، اس کے جاری کردہ اعلانیہ میں تحریر کیا گیا ہے کہ:

اس کائنات کے کچھ اصول وقوانین ہیں، جن کے مطابق یہ چلتی ہے، اور جنہیں اس کائنات کے خالق نے نہایت خوبی اور مضبوطی کے ساتھ بنایا ہے، انہی اصول وقوانین میں سے یہ ہے کہ سورج اور چاندکو اس نے اوقات، سال اور ان جیسے حسابات کے علم کے لئے پیدا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّى عَادَ کَالْعُرْجُونِ الْقَدِیْمِ لَا الشَّمْسُ یَنبَغِیْ لَهَا أَن تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَسْبَحُونَ" (سورۂ یٰسین، آیت نمبر: ۳۸-۴۰) (اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے، یہ زبردست علم والی ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے، اور چانداس کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کردی ہیں، یہاں تک کہ ان سے گزرتا ہوا وہ پھر کھجور کی سوکھی شاخ کے مانند رہ جاتا ہے نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے، سب الگ الگ فلک میں دوڑتے ہیں)، ایک اور جگہ پر ارشاد ہوا ہے:"الشمس والقمر بحسبان" (سورہ رحمان: ۵) سورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں''، ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے:"هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاء وَالْقَمَرَ نُوراً وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُواْ عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّهُ ذَلِکَ إِلاَّ بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الآیَاتِ لِقَوْمٍ یَعْلَمُونَ" (یونس: ۵) (وہی ہے جس نے سورج کو اجیالا بنایا اور چاندکو چمک دی، اور چاند کے گھٹنے بڑھنے کی منزلیں ٹھیک ٹھیک مقرر کردیں تا کہ تم اس سے برسوں اور تاریخوں کے حساب معلوم کرو، اللہ نے یہ سب کچھ با مقصد ہی بنایا ہے، وہ اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر پیش کررہا ہے ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں)، قمری مہینوں کے آغاز کو جاننے کے لئے اللہ نے چاندکو نشانی بنایا ہے، ارشاد ہوا ہے:"یَسْأَلُونَکَ عَنِ الأهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ" (بقرہ: ۱۸۹) (لوگ تم سے چاند کی گھٹتی بڑھتی صورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں، کہو یہ لوگوں کے لئے تاریخوں کے تعین کی اور حج کی علامتیں ہیں''، ارکان اسلام کی حیثیت رکھنے والی عبادتوں میں سے حج اور روزوں کا تعلق چاند سے ہی ہے اور عدت،

ایلا وکفارات جیسے بہت سے شرعی احکام کے لئے بنیاد اور معیار بھی قمری مہینے ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً" (بقرہ:۲۳۴)(تم لوگوں میں سے جن کی وفات ہوجائے اور وہ اپنی بیویاں چھوڑ دیں تو ان کی بیویاں چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رکھیں)، اسی طرح ارشاد ہے:" للذين يؤلون من نساء هم تربص اربعة اشهر" (بقرہ:۲۲۶)(جو لوگ اپنی عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں، ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے)قتل خطا اور ظہار کے کفارے کی بابت ارشاد ہوا ہے:" فصيام شهرين متتابعين" (نساء:۹۲،مجادلہ:۴)(اور لگاتار دو مہینوں کے روزے)۔(۱)

یہ بات متعدد سیمیناروں اور کانفرنسوں کی تجاویز میں بھی اختصار کے ساتھ کہی گئی ہے:

(الف) ازہر کی مجمع البحوث الاسلامیہ کی تیسری کانفرنس منعقدہ ۱۳/رجب، ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۷/اکتوبر ۱۹۶۶ء، بابت قمری مہینوں کے آغاز کی تعیین۔

(ب) ۲۳۔۲۸ محرم ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۔۳مارچ ۱۹۷۳ء کو کویت میں منعقد ہونے والی وزرائے اوقاف ودینی امور کی کانفرنس۔

(ج) استانبول، ترکی میں ۲۶۔۲۹ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۷۔۳۰ نومبر ۱۹۷۸ء کو منعقد ہونے والی رویت ہلال کانفرنس۔

(د) ۸۔۱۳ صفر ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۱۔۱۶/اکتوبر ۱۹۸۶ء کو اردن میں منعقد ہونے والی اسلامک فقہ اکیڈمی کی تیسری کانفرنس۔

(ہ) المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث کا ۱۸، ستمبر ۲۰۰۹ء کو جاری کردی اعلانیہ۔

تمام کانفرنسوں کی تجاویز میں یہ بات متفق علیہ ہے۔

(۲) رویت اصل ہے، لیکن کیا فلکیاتی حساب پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ اور کیا رویت

۱۔ یہ مکمل اعلانیہ رابطہ کی ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

سے مراد صرف آنکھ کی ہی رویت ہے، یا اس میں ترقی یافتہ دوربینوں کے ذریعہ رویت ہلال بھی شامل ہے؟ قرآن مجید نے "شهد منكم الشهر" (بقرہ:۱۵۸) کی جو تعبیر اختیار کی ہے اس میں کیا مطلقاً چاند کی پیدائش کافی ہے، یعنی کیا اس میں آنکھ کی رویت کی ضرورت تو نہیں ہے، یا حدیث میں جو شرطِ رویت بیان کی گئی ہے وہ اس کے لئے مبیّن ہے؟

اس سوال کے جواب کے لئے ہم گزشتہ کانفرنسوں کی تجاویز کی عبارتیں (زمانی تسلسل کی ترتیب سے) نقل کررہے ہیں:

اول: **ازہر کی مجمع البحوث الاسلامیہ کی تیسری کانفرنس (منعقدہ ۱۳ / رجب ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۷ / اکتوبر ۱۹۶۶ء) کی تجاویز کی عبارت:**

(الف) کسی بھی قمری مہینہ کے آغاز کے لئے رویت ہی اصل ہے، جیسا کہ حدیث نبوی سے معلوم ہوتا ہے۔ یعنی رویت ہی بنیاد ہے، لیکن اگر دعوائے رویت مضبوط بنیادوں پر متہم ہو تو پھر اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

(ب) رویت ہلال کا ثبوت تواتر واستفاضہ سے ہوگا، اسی طرح کسی ایک شخص کی خبر سے بھی ہو جائے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ اس کی خبر کسی سبب سے متہم نہ ہو، ایسے اسباب میں سے ایک سبب قابل اعتماد شخص / ادارہ کے ذریعہ بتایا گیا قابل اعتماد فلکی حساب بھی ہے۔

(ج) ایک شخص کی خبر رویت خود اس کے لئے اور اس پر اعتماد کرنے والوں کے لئے ثبوت ہے، جب کہ تمام لوگوں کے لئے اسے ثبوت تبھی مانا جائے گا جب وہ لوگ اس کو قبول کرلیں جنہیں اسلامی حکومت نے اس کی ذمہ داری دی ہو۔

(د) مہینہ کے آغاز کے سلسلہ میں فلکی حساب پر اعتماد تب کیا جائے گا جب رویت نہ ہوئی ہو اور گزشتہ مہینہ تیس دن کا نہ ہو رہا ہو۔

(ہ) اس کانفرنس کی نگاہ میں ان علاقوں میں اختلافِ مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے جہاں کی رات کا تھوڑا سا حصہ بھی رویت والے علاقہ کی رات کے کسی بھی حصہ کے ساتھ پایا جائے، خواہ یہ علاقے کتنی ہی دور کیوں نہ ہوں، اور جہاں رات کا کوئی بھی حصہ رویت والے علاقہ کی رات کے کسی بھی حصہ کے ساتھ نہ پایا جائے تو وہاں اختلافِ مطالع معتبر ہوگا۔

دوم: ۲۳۔۲۸ محرم ۱۳۹۳ھ / ۲۔۳/ مارچ ۱۹۷۳ء کو کویت میں منعقد ہونے والی وزرائے اوقاف و اسلامی امور کی کانفرنس کے اعلان کی عبارت:

۱۔ قمری مہینوں کے آغاز کی تعیین کی بابت رویت ہلال ہی اصل ہے، بشرطیکہ دعوائے رویت مضبوط بنیادوں پر متہم نہ ہو، رویت ہلال کا ثبوت تواتر و استفاضہ کی طرح ایک معتبر شخص کی گواہی سے بھی ہوجائے گا، بشرطیکہ اس کی گواہی کسی سبب سے متہم نہ ہو، ان اسباب میں سے ایک سبب قابل اعتماد فلکی حساب کی مخالفت بھی ہے۔

۲۔ رویت کی رات کے کسی بھی حصہ کے ساتھ دنیا کے جتنے علاقوں کی رات کا کوئی حصہ بھی پایا جاتا ہے (خواہ یہ اشتراک کتنے ہی کم وقت کا کیوں نہ ہو) ان میں اختلافِ مطالع کا اعتبار نہ ہوگا، خواہ یہ علاقے کتنی ہی دور کیوں نہ ہوں، ایک شہر میں رویت کا ثبوت ہوجانے پر دوسرے تمام ایسے علاقوں میں اس کا اعتبار لازمی ہوگا۔

۳۔ رویت ممکن نہ ہونے کی صورت میں قابل اعتماد فلکی حساب پر اعتماد جائز ہوگا۔

۴۔ ماہرین شریعت و فلکیات پر مشتمل ایک کمیٹی کے ذریعہ ایسا قمری کیلنڈر بنانا ضروری ہے جس کو اسلامی حکومتیں اختیار کریں۔

۵۔ اس کیلنڈر کے بننے سے پہلے تک قمری مہینوں کے آغاز کی تعیین میں رویت ہلال پر اعتماد کیا جاتا رہے۔

سوم: ۱۹۷۸ء ترکی میں منعقد استانبول کانفرنس کی تجاویز:

۱۔ اصل رویت ہلال ہے، خواہ آنکھ کے ذریعہ ہو، یا جدید آلات کے ذریعہ۔

۲۔ قمری مہینہ کے آغاز کے لئے ماہرین فلکیات کی رائے تبھی معتبر ہوگی جب وہ اپنی رائے کی بنیاد غروب آفتاب کے بعد افق میں چاند کے اس طرح پائے جانے کو بنائیں کہ اسے (کسی طرح کا مانع نہ ہونے کی صورت میں) آنکھ سے دیکھا جاسکے، اسے حکمی رویت کہتے ہیں۔

۳۔ رویت ہلال کے امکان کے لئے مندرجہ ذیل بنیادی شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

(الف) قران کے بعد چاند سورج سے کم از کم آٹھ ڈگری کی دوری پر ہو، خیال رہے کہ چاند کی رویت کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب وہ سورج سے سات سے آٹھ ڈگری کے درمیان میں ہوتا ہے۔

(ب) غروب آفتاب کے وقت چاند افق سے کم از کم پانچ ڈگری اونچا ہو، اس صورت میں عام حالات میں آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے۔

۴۔ امکانِ رویت کے سلسلہ میں کسی خاص مقام کی شرط نہیں ہے، بلکہ روئے زمین پر کسی بھی جگہ پر رویت کا امکان ہو تو مہینہ کے آغاز کا حکم لگانا صحیح ہے، رویت ہوجانے کے بعد اس کا اعلان مکہ مکرمہ کی رصدگاہ سے کرنا چاہئے، (جیسا کہ یکساں ہجری کیلنڈر نے تجویز کیا ہے، اور جس کا تذکرہ اگلی سطروں میں آرہا ہے)۔

(۵) ماہرین شریعت وفلکیات کی جانب سے ہر قمری برس کی کیلنڈر مذکورہ بالا اصولوں کی روشنی میں بنانا ضروری ہے، اور ہر سال میں ایک مرتبہ کیلنڈر سے متعلق کمیٹی کیلنڈر کے سلسلہ میں اپنا اجلاس منعقد کرے گی، ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ/ مارچ ۱۹۷۹ء میں اس سلسلہ کا پہلا اجلاس استانبول میں ہوگا۔

چہارم: اردن کے دارالحکومت عمان میں مؤرخہ ۸۔ ۱۳؍صفر ۱۴۰۷ھ-۱۱-۱۶؍اکتوبر ۱۹۸۶ء کو بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی کا تیسرا اجلاس ہوا، اس کی تجاویز ذیل میں ملاحظہ ہوں:

اس اجلاس نے قمری مہینوں کے ایک ساتھ آغاز کے سلسلہ میں ان دو مسئلوں پر غور کیا:

۱۔ مہینوں کا آغاز ایک ساتھ کئے جانے کے مسئلہ پر اختلاف مطالع کا اثر۔

۲۔ فلکی حساب سے قمری مہینوں کے آغاز کو ثابت کرنے کا حکم۔

ان موضوعات کی بابت ارکان و ماہرین کے پیش کردہ مطالعات کی روشنی میں اس اجلاس نے یہ طے کیا کہ:

(۱) کسی بھی علاقہ میں رویت ثابت ہوجائے تو تمام مسلمانوں پر اس کا اتباع لازمی ہے، اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ روزہ رکھنے اور عیدالفطر منانے کے سلسلہ میں جو حکم وارد ہوا ہے اس کا صیغہ عام ہے۔

(۲) رویت پر اعتماد لازمی ہے، فلکی حساب وجدید آلات سے مدد لی جاسکتی ہے، تاکہ احادیثِ نبویہ پر عمل ہوسکے، اور سائنسی حقائق کا خیال رکھا جاسکے، واللہ اعلم۔

پنجم: المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث نے شوال کے چاند کی رویت کے سلسلہ میں یہ اعلان جاری کیا:

"الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على من بعثه الله رحمة للعالمين وعلىٰ آله وصحبه ومن سار علىٰ نهجه الى يوم الدين...............امابعد:

ماہ مبارک کے ان ایام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث کی

جنرل سکریٹریٹ تمام مسلمانوں کو اللہ کی رسی کو مضبوط سے تھامنے اور متحد ہونے کی دعوت دیتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " **واعتصموا بحبل اللّٰه جميعا ولاتفرقوا واذكروا نعمة اللّٰه عليكم اذ كنتم اعداء فالَّفَ بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا وكنتم علىٰ شفاحفرة من النار فانقذكم منها**" (آل عمران:۱۰۳) (سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو، اور تفرقہ میں نہ پڑو، اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے، تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دل جوڑ دیے، اور اس کے فضل وکرم سے تم بھائی بھائی بن گئے، تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اللہ نے تم کو اس سے بچالیا)۔

عیدالفطر اس بات کا موقع ہے کہ مسلمان اپنی کوتاہیوں کا احساس کرکے اصلاح احوال کی فکر کریں، اور اپنے شیرازہ کو متحد کریں، تفرقہ بازی سے باز آئیں، تاکہ اللہ بہتر حالات پیدا کرے، اس لئے کہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حالات اس وقت تک نہیں بدلتا ہے جب تک وہ خود اپنے اندر تبدیلی نہ لائے'' (رعد:۱۱)۔

جنرل سکریٹریٹ بین الاقوامی فقہی اکیڈمی کے ۱۹۸۶ء میں منعقد تیسرے سمینار کی تجویز (۱۸) سے اتفاق رکھتی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ: اختلافِ مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ حدیثِ نبوی" **صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته**" (متفق علیہ) (ترجمہ: چاند دیکھ کر رمضان کا آغاز کرو، اور چاند دیکھ کر ہی اختتام) میں خطاب عام ہے، اسی طرح جنرل سکریٹریٹ المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث کے اس فیصلہ کا بھی تذکرہ کرنی چاہتی ہے جو اس نے اپنے انیسویں سیمینار میں قمری مہینوں کے آغاز کو ثابت کرنے کی بابت کیا تھا، اور جس میں کہا گیا تھا کہ:

(۱) علم فلکیات عصر حاضر میں بہت ترقی کرگیا ہے، سیاروں کی گردش، بالخصوص چانداور زمین کی گردش، ہر لحہ کرۂ آسمانی میں ان کے جائے وقوع، نیز ان کی باہم قربت ودوری کی بابت اب یہ علم ایسی قطعی معلومات رکھتا ہے کہ جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۲) سورج، زمین اور چاند کا ایک خط میں آنا، جسے قران سے تعبیر کیا جاتا ہے، ایک ہی لحہ میں

پوری دنیا کے لئے وجود میں آنیوالا ایک واقعہ ہے ،علم فلکیات برسوں قبل بالکل صحیح طور پر اس کا اندازہ لگا سکتا ہے،فلکیاتی طور پر یہ ایک مہینہ کا خاتمہ اور دوسرے مہینہ کا آغاز ہے،قران کا یہ عمل روز وشب میں کسی بھی وقت پیش آسکتا ہے۔

(۳) شریعت کی نگاہ میں کسی مہینہ کے آغاز کے لئے مندرجہ ذیل شرائط پائے جانے ضروری ہیں:

ایک: قران غروبِ آفتاب سے پہلے ہو چکا ہو۔

دو: سطح زمین پر کہیں بھی آنکھوں سے یا جدید ترین آلات (دوربینوں) کی مدد سے رویت ہلال کا امکان ہو،روزوں کے آغاز واختتام کے لئے وارد حکم میں صیغہ کے عموم کی وجہ سے اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

تین: امکانِ رویت کے لئے درج ذیل فلکیاتی شروط کا پایا جانا لازمی ہے:

(الف) جس مقام پر امکانِ رویت ہو وہاں غروب آفتاب کے بعد چاند ڈوبے۔

(ب) غروب آفتاب کے وقت چاند افق سے کم ازکم پانچ ڈگری اونچا ہو۔

(ج) چانداور سورج کے درمیان کم ازکم آٹھ ڈگری کی دوری ہو۔

(۴) یورپی ممالک میں آباد مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ قمری مہینوں بالخصوص رمضان وشوال کے آغاز واختتام کے سلسلہ میں اس اصول کو اختیار کریں،اور پہلے ہی سے ان مہینوں کے آغاز واختتام کی تعیین کرلیں،تاکہ وہ اپنی عبادات نیز عید وغیرہ اپنے معاشرہ میں صحیح طریقہ سے ادا و منظّم کرسکیں۔

ششم: ۱۱۔۱۳رفروری ۲۰۱۲ء مطابق ۱۹۔۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ کو مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کی منعقد کردہ عالمی کانفرنس بعنوان: ماہرین شریعت وفلکیات کی نگاہ میں قمری مہینوں کا آغاز'':

(۱) قمری مہینہ کے آغاز واختتام کے سلسلہ میں اصل رویت ہے،خواہ آنکھ کے ذریعہ ہو، یا دوربینوں

اور فلکیاتی آلات کے ذریعہ، اگر چاند نظر نہ آئے تو تیس دن مکمل کئے جائیں گے، ایسا رمضان کی بابت متعدد ثابت وصحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے، مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''روزوں کا آغاز چاند دیکھ کر کرو، اور اختتام بھی چاند دیکھ کر کرو، اگر چاند نہ دکھ سکے تو شعبان کو تیس دن کا کرلو'' (بخاری)، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھے بغیر نہ روزوں کا آغاز کرو اور نہ اختتام، اگر مطلع (۲۹ ویں کو) ابر آلود ہو تو تیس دن مکمل کرو، (بخاری) یہ اور ان جیسی متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مہینہ کے آغاز واختتام میں رویت ہی اصل ہے۔

(۲) چاند دیکھنے کی کوشش کرنا فرض کفایہ ہے، اس لئے کہ جس چیز پر فرض کا دارومدار ہو وہ بھی فرض ہی ہوتا ہے، اس کی تائید عمل نبوی اور تائید نبوی سے ہوتی ہے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ: رسول اکرمؐ شعبان کی تاریخ کا جتنا خیال رکھتے تھے کسی اور مہینہ کی تاریخ کا نہیں رکھتے تھے، پھر چاند دیکھ کر رمضان کے روزوں کا آغاز کرتے، (۲۹ ویں تاریخ کو) مطلع ابر آلود ہوتا تو شعبان کو تیس دن کا مانتے اور اس کے بعد روزوں کا آغاز کرتے''، (ابوداود) ابن حبان وابن خزیمہ کے یہاں یہ روایت ان الفاظ میں ہے: ''آں حضرتؐ شعبان کے چاند کا اتنا خیال کرتے جتنا کسی اور مہینے کے چاند کا نہیں کرتے'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ''لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی، میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میں نے چاند دیکھا ہے، تو آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزے رکھنے کا حکم دیا'' (ابوداود)۔

(۳) چاند کی گواہی دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اندر وہ تمام شرطیں پائی جائیں جو قبولِ شہادت کے لئے لازمی ہیں، ان امور سے محفوظ ہو جو قبول شہادت میں مانع ہوتے ہیں، اور اس کی نگاہ ٹھیک ہونے پر بھی اطمینان ہو، اور رویت کے وقت اس کی رویت کی کیفیت پر بھی اطمینان ہو، یعنی ایسے تمام امور پائے جائیں جو اس کی گواہی کو مشکوک ہونے سے بچائیں۔

(۴) فلکیات خود ایک مستقل علم ہے، جس کے اپنے اصول وقواعد ہیں، اس علم میں مسلمانوں کا بہت اہم کردار رہا ہے، مسلم فقہانے اس پر بہت توجہ دی ہے، اس کے بعض نتائج کا خیال رکھنا لازمی ہے، مثلاً ان امور کا: قران کا وقت، سورج کے غروب سے پہلے یا بعد میں چاند کا غروب، قران کے بعد رات میں چاند کی افق سے اونچائی۔ رویت ہلال کی شہادت کے مقبول ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس علم کے صحیح حقائق اور معتبر فلکی اداروں کے اعلانات کی رو سے رویت ناممکن نہ ہو، مثلاً یہ کہ اس وقت تک قران ہی نہ ہوا ہو، یا سورج کے غروب سے پہلے ہی چاند غروب نہ ہو جائے۔

(۳) مذکورہ بالا تمام فقہ اکیڈمیوں اور فقہی سیمیناروں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ'' جن علاقوں کی راتوں میں ایک لمحہ کا بھی اشتراک پایا جاتا ہے وہ خواہ باہم کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں ان کے درمیان اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے'' ، واوین کے درمیان کی یہ عبارت مجمع البحوث کی تجویز سے ماخوذ ہے، کویت اور استانبول کی کانفرنسوں میں بھی اس کی صراحت کی گئی ہے، استانبول کانفرنس کے فیصلہ میں لکھا گیا ہے کہ: '' امکانِ رویت کے سلسلہ میں کسی خاص مقام کی شرط نہیں ہے، بلکہ روئے زمین پر کسی بھی جگہ رویت کا امکان ہو تو مہینہ کے آغاز کا حکم لگانا صحیح ہے......... '' بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی اور المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث کے فیصلوں میں بھی یہی کہا گیا ہے: جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

(۴) فلکی حساب کو معتبر ماننے والوں کے نزدیک اس اعتبار کی شرطیں:

اول: مجمع البحوث الاسلامیہ کے فیصلہ میں کہا گیا ہے کہ: '' مہینہ کے آغاز کے سلسلہ میں فلکی حساب پر اعتماد تب کیا جائے گا جب رویت نہ ہوئی ہو اور گزشتہ مہینہ تیس دن کا نہ ہو رہا ہو''۔

دوم: کویت کی کانفرنس کے فیصلہ میں کہا گیا ہے کہ: '' قمری مہینوں کے آغاز کے سلسلہ میں فلکی حساب پر اعتماد کرنے کے لئے یہ کانفرنس یہ تجویز پیش کرتی ہے کہ عرب و مسلم

ممالک میں فلکیاتی رصدگاہیں بنائی جائیں، بھرپور تجزیہ ومباحثہ کے بعد حاضرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حکم شرعی اور فلکی حساب کے جامع اسلامی کیلنڈر کی مندرجہ ذیل بنیادیں ہونی چاہئیں:

۱۔ مہینہ کا آغاز رات سے ہو، تاکہ اس سے پہلے قران ہو چکا ہو۔

۲۔ چاند سورج سے کم از کم سات ڈگری کی دوری پر ہو، امکان رویت کے لئے یہ کم از کم حد ہے۔

۳۔ غروب آفتاب کے بعد چاند اتنی دیر ضرور رہے کہ اس کی رویت ممکن ہو۔

۴۔ چاند کے شرعی حساب کے لئے مکہ مکرمہ کو معتبر مقام کی حیثیت دی جائے۔

ان بنیادوں پر اتفاق کے بعد سید صالح العجیری کو مطلوبہ کیلنڈر کے پروجیکٹ کی ذمہ داری دی گئی۔

سوم: استانبول کانفرنس کے فیصلہ کی یہ سطریں ملاحظہ ہوں:

۲۔ قمری مہینہ کے آغاز کے لئے ماہرین فلکیات کی رائے تبھی معتبر ہوگی جب وہ اپنی رائے کی بنیاد غروب آفتاب کے بعد افق میں چاند کے اس طرح پائے جانے کو بنائیں کہ اسے (کسی طرح کا مانع نہ ہونے کی صورت میں) آنکھ سے دیکھا جاسکے، اسے حکمی رویت کہتے ہیں۔

۳۔ رویت ہلال کے امکان کے لئے مندرجہ ذیل بنیادی شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

(الف) قران کے بعد چاند سورج سے کم از کم آٹھ ڈگری کی دوری پر ہو، خیال رہے کہ چاند کی رویت کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب وہ سورج سے سات سے آٹھ ڈگری کے درمیان میں ہوتا ہے۔

(ب) غروب آفتاب کے وقت چاند افق سے کم از کم پانچ ڈگری اونچا ہو، اس صورت میں عام حالات میں آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے"۔

چہارم: المجلس الاوروبی کے اعلانیہ میں بھی فلکی حساب کا اعتبار کیا گیا ہے، جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

پنجم: بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی نے صرف فلکی حساب پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ رصدگاہوں سے بھی مدد لینے کی بات کہی ہے، جیسا کہ پچھلے صفحات میں اس کے تیسرے سیمینار کے فیصلے کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔

ششم: رابطہ عالم اسلامی کی کانفرنس نے بھی یہ رائے اختیار کی ہے، لیکن اس کے فیصلہ میں ایک اور اچھے پہلو کو بھی شامل کرلیا گیا ہے، لکھا گیا ہے: ''۴۔ فلکیات خود ایک مستقل علم ہے، جس کے اپنے اصول وقواعد ہیں، اس علم میں مسلمانوں کا بہت اہم کردار رہا ہے، مسلم فقہا نے اس پر بہت توجہ دی ہے، اس کے بعض نتائج کا خیال رکھنا لازمی ہے، مثلاً ان امور کا: قران کا وقت، سورج کے غروب سے پہلے یا بعد میں چاند کا غروب، قران کے بعد رات میں چاند کی افق سے اونچائی۔ رویت ہلال کی شہادت کے مقبول ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس علم کے صحیح حقائق اور معتبر فلکی اداروں کے اعلانات کی رو سے رویت ناممکن نہ ہو، مثلاً یہ کہ اس وقت تک قران ہی نہ ہوا ہو، یا سورج کے غروب سے پہلے ہی چاند غروب نہ ہوجائے۔''

اس فیصلے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ: ''۷۔ قمری مہینوں کے آغاز کی تعیین کا مسئلہ عبادات سے متعلق مسئلہ ہے، اور یہ کام متعلقہ اداروں یا ان کے قائم مقام اداروں کی جانب سے متعین کردہ اشخاص کی ذمہ داری ہے، ماہرین فلکیات اور فلکی اداروں کا کام یہ ہے کہ وہ چاند کی پیدائش، پوزیشن اور روئے زمین میں کسی مقام پر چاند کی رویت کے امکانات جیسی وہ معلومات پیش کردیں جو متعلقہ شرعی اداروں کو صحیح فیصلہ لینے میں معاون ہوں۔ ۸۔ شریعت لوگوں کے مصالح ومعاملات میں جدید علوم سے استفادہ سے روکتی نہیں ہے، جیسے جدید فلکیات اور ترقی یافتہ فلکی مشاہدات کی ٹیکنالوجی، اسلام علم اور حقائقِ علم سے معارض نہیں ہے''۔

(۵) فلکی حساب اور رصدگاہوں کے سلسلہ میں ایک کمیٹی بنانے کے لئے تشکیل کمیٹی بنانے کی ضرورت:

۱۔ مجمع البحوث الاسلامیہ کی از ہر میں منعقد کانفرنس (۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء) نے اسلامی حکومتوں کو ایک ایسا اسلامی ادارہ قائم کرنے کی دعوت دی تھی جس کی ذمہ داری قمری مہینوں کے آغاز واختتام کی بابت فیصلہ کرنا ہو، اس ادارہ میں تمام اسلامی ممالک سے رابطہ کیا جائے اور معتبر ماہرین فلکیات ورصدگاہوں سے مدد لی جائے۔

۲۔ ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء میں کویت میں منعقد کانفرنس نے تمام عرب ومسلم ممالک میں فلکی رصدگاہیں قائم کرنے کی دعوت دی۔

۳۔ ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء میں منعقد استانبول کانفرنس کے فیصلہ میں لکھا گیا کہ: ''۵۔ ماہرین شریعت وفلکیات کی جانب سے ہر قمری برس کا کیلنڈر مذکورہ بالا اصولوں کی روشنی میں بنانا ضروری ہے، اور ہر سال میں ایک مرتبہ کیلنڈر سے متعلق کمیٹی کیلنڈر کے سلسلہ میں اپنا اجلاس منعقد کرے گی، ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ/ مارچ ۱۹۷۹ء میں اس سلسلہ کا پہلا اجلاس استانبول میں ہوگا۔ ۶۔ اس کیلنڈر کمیٹی کے ارکان ان ممالک کے ہوں: انڈونیشیا، بنگلادیش، تیونس، الجزائر، سعودی عرب، عراق، قطر، کویت، مصر۔ اس کے انعقاد کے لئے تمام ارکان کی حاضری لازمی نہ ہو۔ ۷۔ یہ کمیٹی ایسے نقشے بنائے گی جن میں امکانِ رویت والے مقامات کی نشاندہی کی گئی ہو، یہ کام رمضان، شوال اور ذی الحجہ کے چاند کے سلسلے میں کیا جائے گا، تاکہ چاند ہونے کی بابت اطمینان کرنے والا ہر شخص خود دیکھ سکے، اور جو شخص حساب کے صحیح ہونے کی بابت اطمینان کرنا چاہتا ہو اور وہ اس پر قادر بھی ہو تو وہ بھی اطمینان کرسکے، اور ہر ملک اپنے ذریعہ معتمد قرار دئے گئے ادارہ کے ذریعہ چاند دیکھ سکے۔ ۸۔ یہ فیصلے اور تجاویز مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کانفرنس کی جنرل سکریٹریٹ کو پیش

کیے جائیں، تاکہ وہ رباط میں منعقد ہونے والی اگلی وزرائے خارجہ میں اس کو پیش کر کے اس کی تصدیق کرا سکے اور پھر اس کو نافذ کرا سکے‘‘۔

۴۔ مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والی رابطہ کی کانفرنس کے فیصلہ میں لکھا گیا: ’’۱۰۔ مسلم حکومتوں کو اس بات کی ترغیب دی جائے کہ وہ رویت کے وسائل اختیار کریں، اور چاند دیکھنے کے لئے خاص طور پر کچھ ادارے بنائیں، یہ کانفرنس چند اسلامی ممالک کے ذریعہ فلکیاتی رصد گاہوں کے قیام اور اس طرح کی دیگر کاوشوں کو سراہتی ہے، جن میں سب سے سرفہرست سعودی عرب کی کاوشیں ہیں، کہ جس نے مدینۃ الملک عبدالعزیز للعلوم والتقنیۃ میں اس طرح کی رصد گاہ تعمیر کی ہے۔۱۱۔ یہ کانفرنس رابطہ عالم اسلامی سے یہ خواہش کرتی ہے کہ وہ اس موضوع پر منعقد ہونے والی تمام کانفرنسوں میں پیش کئے گئے ماہرین شریعت وفلکیات کے مقالوں، نیز فقہ اکیڈمیوں اور دیگر اداروں کے فیصلوں کے مطالعہ کے لئے ماہرین شریعت وفلکیات کی ایک کمیٹی تشکیل دیں۔

(۶) تمام مسلمانوں کے لئے ایک کیلنڈر کی ضرورت:

(الف) مجمع البحوث الاسلامیہ کی تیسری کانفرنس (منعقدہ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) میں اس کی اجمالی اپیل کی گئی۔

(ب) ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء میں کویت میں منعقد ہونے والی کانفرنس نے واضح الفاظ میں ایک ایسا اسلامی کیلنڈر بنائے جانے کی دعوت دی جو تمام اسلامی ممالک کو محیط ہو، اس کانفرنس کے فیصلہ میں کہا گیا: ’’بھرپور تجزیہ ومباحثہ کے بعد حاضرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حکم شرعی اور فلکی حساب کے جامع اسلامی کیلنڈر کی مندرجہ ذیل بنیادیں ہونی چاہئیں:

۱۔ مہینہ کا آغاز رات سے ہوتا کہ اس سے پہلے قِران ہو چکا ہو۔

۲۔ چاندسورج سے کم ازکم سات ڈگری کی دوری پر ہو،امکان رویت کے لئے یہ کم ازکم حد ہے۔
۳۔ غروبِ آفتاب کے بعد چاند اتنی دیر ضرور رہے کہ اس کی رویت ممکن ہو۔
۴۔ چاند کے شرعی حساب کے لئے مکہ مکرمہ کو معتبر مقام کی حیثیت دی جائے۔

ان بنیادوں پر اتفاق کے بعد سید صالح العجیری کو مطلوبہ کیلنڈر کے پروجیکٹ کی ذمہ داری دی گئی''۔

(ج) اس کی بہت زوردار دعوت استانبول کی کانفرنس (منعقدہ ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء) میں بھی دی گئی، اس کی تجاویز میں لکھا گیا: ''۶۔ اس جنتری کمیٹی کے ارکان ان ممالک کے ہوں: انڈونیشیا، بنگلادیش، تیونس، الجزائر، سعودی عرب، عراق، قطر، کویت، مصر۔ اس کے انعقاد کے لئے تمام ارکان کی حاضری لازمی نہ ہو۔ ۷۔ یہ کمیٹی ایسے نقشے بنائے گی جن میں امکانِ رویت والے مقامات کی نشاندہی کی گئی ہو، یہ کام رمضان، شوال اور ذی الحجہ کے چاند کے سلسلے میں کیا جائے گا، تاکہ چاند ہونے کی بابت اطمینان کرنے والا ہر شخص خود دیکھ سکے، اور جو شخص حساب کے صحیح ہونے کی بابت اطمینان کرنا چاہتا ہو اور وہ اس پر قادر بھی ہو تو وہ بھی اطمینان کر سکے، اور ہر ملک اپنے ذریعہ معتمد قرار دئے گئے ادارہ کے ذریعہ چاند دیکھ سکے۔ ۸۔ یہ فیصلے اور تجاویز مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کانفرنس کی جنرل سکریٹریٹ کو پیش کیے جائیں، تاکہ وہ رباط میں منعقد ہونے والی اگلی وزرائے خارجہ میں اس کو پیش کر کے اس کی تصدیق کرا سکے اور پھر اس کو نافذ کرا سکے''۔

(د) مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والی رابطہ کی کانفرنس میں بھی ''ہجری تاریخ کی ایک یکساں جنتری کو جاری کرنے'' کی دعوت دی گئی۔

☆☆☆

مختلف فیہ مسائل کی فقہی بنیاد

بنیادی تمہیدی امور:

اول: زمانہ وعلاقہ سے عبادات کے ربط کو عبادات کے روحانی پہلو پر غالب نہیں آنا چاہئے:

تمہید:

توحید ورسالت کے عقیدہ کے علاوہ اسلام کے ارکان کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے متعین اوقات کے ساتھ مربوط کیا ہے، جب کہ حج کا تعلق متعین وقت ومقام دونوں سے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**یسألونک عن الأھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج**"(بقرہ:۱۸۹) (لوگ تم سے چاند کی گھٹتی بڑھتی صورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں، کہو یہ لوگوں کے لئے تاریخوں کی تعیین کی اور حج کی علامتیں ہیں)، نماز کا تعلق بھی متعین اوقات سے ہے جو سورج کی گردش سے وجود میں آتے ہیں،" **انّ الصلاۃ کانت علیٰ المومنین کتابا موقوتا**" (نساء:۱۰۳) (بلاشبہ نماز مومنین کے لئے متعین اوقات کی پابندی کے ساتھ فرض ہے)، امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:" ظہر کا وقت زوالِ آفتاب سے شروع ہوجاتا ہے ....(مسلم:۹۶۶)، زکاۃ بھی اسی طرح قمری سال گزرنے پر فرض ہوتی ہے، روزے بھی قمری مہینہ کے آغاز سے فرض ہوتے ہیں، اور وہ شمسی حساب سے بھی مربوط ہیں، کہ ہر دن کے روزے کا آغاز واختتام سورج کی گردش کے اعتبار سے

ہوتا ہے، حج کا بھی یہی معاملہ ہے۔

قرآن مجید نے ایک بہت اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ان ارکان کا زمانی ومکانی ربط ان کے اصل بنیادی پہلو پر غالب آکر اول وآخر مقصد یا اعلیٰ ترین مقصود نہیں بن سکتا ہے، قرآن مجید نے ان مشرکین پر زبردست تنقید کی ہے جو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی جانب قبلہ کئے جانے پر بہت اعتراضات کررہے تھے، اوران یہودیوں پر بھی قرآن مجید نے سخت تنقید کی ہے جو مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کی جانب قبلہ کی منتقلی پر شوروغوغا مچائے ہوئے تھے، قرآن مجید نے ان کو جواب دیتے ہوئے واضح کیا ہے کہ عبادات میں ان کی ظاہری ہیئتوں کی اگر چہ اپنی اہمیت ہے، لیکن عبادات کا بنیادی مقصد اور اعلیٰ تر ہدف تقوی، دل و باطن کی سلامتی اور عمل پر اس کے اثرات سے عبارت معنوی پہلو ہے، ارشاد ہے: "لَيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّآئِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُواْ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاء والضَّرَّاء وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَـئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَـئِكَ هُمُ الْمُتَّقُون" (بقرہ:۱۷۷) (نیکی بس یہی تو نہیں ہے کہ اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف کرلو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر اور اللہ کی کتابوں اور اس کے نبیوں پر ایمان لائیں، اور اللہ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیں، اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کریں، اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں اور جب کوئی عہد کرلیں تو اپنے عہد کو پورا کرنے کے عادی ہوں، اور تنگی اور تکلیف میں، نیز جنگ کے وقت، صبر واستقلال کے خوگر ہوں، ایسے لوگ ہیں جو سچے (کہلانے کے مستحق) ہیں، اور یہی لوگ تو ہیں جو متقی ہیں)۔ یہی بات چند دیگر آیات میں بھی ارشاد فرمائی ہے، مثلاً ایک جگہ ارشاد ہوا ہے: "وَلِلّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّواْ فَثَمَّ وَجْهُ اللّهِ إِنَّ اللّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ"

(بقرہ:۱۱۵)(اور مشرق ومغرب سب اللہ ہی کے ہیں، لہذا جس طرف بھی تم رخ کروگے وہیں اللہ کا رخ ہے، بے شک اللہ بہت وسعت والا، بڑا علم رکھنے والا ہے)، یعنی اصل اہم تر کام اللہ کے حضور سر تسلیم خم کرنا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:"بَلَی مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُون " (بقرہ:۱۱۲)(حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملاً نیک روش پر چلے اس کے لئے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے اور ایسے لوگوں پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے) اسی سورۂ بقرہ میں آگے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا ہے کہ زمانہ سے عبادت کا ربط بھی محکم ہے، لیکن اس سلسلہ میں اہم تر حصول تقویٰ ہے:"يَسْأَلُونَكَ عَنِ الأهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوْاْ الْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُواْ الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُواْ اللّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ " (بقرہ:۱۸۹)(لوگ آپ سے نئے مہینوں کے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ انہیں بتادیجئے کہ یہ لوگوں کے (مختلف معاملات کے) اور حج کے اوقات متعین کرنے کے لئے ہیں، اور یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے داخل ہو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے، اور تم گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو)۔

یہ دونوں آیتیں بہت وضاحت کے ساتھ یہ بتاتی ہیں کہ زمانی ومکانی مظاہر کی اہمیت یہی ہے کہ ان کی بابت شریعتِ خداوندی میں حکم دیا گیا ہے، ان کی بابت اب کسی طرح کا اضافہ ومبالغہ نہیں کرنا چاہئے، نیز بنیادی مقصد حصول تقویٰ، اصلاحِ نفس، دل کی سلامتی، روح کی پاکیزگی، دوسروں کے لئے مفید عمل صالح، صبر وثبات اور عہد ووعدہ کی پاس داری ہے، اسی طرح شریعت کو مطلوب صحیح توازن قائم ہوتا ہے۔

اس روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ آج ہماری امت میں مظاہر پر بہت توجہ دکھائی دیتی ہے، جب کہ اس کے بالمقابل ان عبادات کے بنیادی مقاصد اور داخلی پہلو پر توجہ میں بہت کمی

ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ روزوں کا اصل مقصد حصول تقویٰ ورفع حرج ہے، ارشاد ہوا ہے: "**یاایھاالذین کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون**" (بقرہ:۱۸۳) (اے ایمان والو! تمہارے اوپر روزے فرض کئے گئے ہیں، جیسے تم سے پہلے والوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو)، روزوں سے متعلق آیات کے بیچ ہی میں اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: "اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا ہے" (بقرہ:۱۵۸)، اسی طرح مقاصد عامہ بھی ہیں، مثلاً شعائر، مشاعر اور عیدوں کا ایک ساتھ ہونا، لیکن پھر بھی بہت سے لوگ مظاہر پر بہت زیادہ توجہ دیتے ہیں، اور مقاصد پر زیادہ توجہ نہیں دیتے، یہی حال نماز کے سلسلے میں بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**ان الصلاۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر**" (عنکبوت:۴۵) (بلاشبہ نماز بےحیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے) زکاۃ کی بابت ارشاد ہوا ہے: "**خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ**" (توبہ:۱۰۳) (ان لوگوں کے مال میں سے صدقہ وصول کرلو جس کے ذریعہ تم انہیں پاک کردوگے اور ان کے لئے باعث برکت بنوگے اور ان کے لئے دعا کرو، یقیناً تمہاری دعا ان کے لئے سراپا تسکین ہے، اور اللہ ہر بات سنتا اور سب کچھ جانتا ہے)، حج کی بابت ارشاد ہوا ہے: "**لیشھدوا منافع لھم**" (حج:۲۸) (تاکہ وہ ان فوائد کو آنکھوں سے دیکھیں جو ان کے لئے رکھے گئے ہیں)، حج میں کی جانے والی قربانیوں کی بابت فرمایا ہے: "**لن ینال اللہ لحومھا ولا دماء ھا ولکن ینالہ التقوی منکم**" (حج:۳۷) (اللہ کو ان کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا ہے، بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے)۔

نمازوں، حج اور عمروں کی کثرت کے ساتھ ان کے یہ عملی مقاصد بھی کیا وجود میں آرہے ہیں؟

دوم: ماضی وحال کے علما کے نزدیک چاند کی اہمیت:

عہد نبوی سے ہی امت اسلامیہ چاند کے تعلق سے علم حاصل کرنے پر توجہ دیتی آئی

ہے،صحابہ نے آں حضرتؐ سے اس بابت سوال کیا تھا،جس کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن نے کہا ہے:"**يسألونك عن الأهلة قل هي مواقيت للناس والحج**" (بقرہ:۱۸۹)(لوگ تم سے چاند کی گھٹتی بڑھتی صورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں،کہو یہ لوگوں کے لئے تاریخوں کی تعیین اور حج کی علامتیں ہیں)،اسی طرح دیگر آیات میں چاند کی ان گھٹتی بڑھتی صورتوں کے مقاصد بتائے گئے ہیں،چاند کے مسئلہ پر اس قدر توجہ دینے کا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے،اوراس کی وجہ یہ ہے کہ متعدد عبادات اور مسائل اس سے وابستہ ہیں،رمضان،شوال اور ذی الحجہ کے آغاز میں چاند دیکھنے کا اہتمام آں حضرتؐ کے زمانے سے ہی پایا جاتا ہے،حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ: "لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی،میں نے آپؐ کو بتایا کہ میں نے دیکھا ہے،تو آپ نے روزہ خود بھی رکھا اور دوسروں کو بھی رکھنے کا حکم دیا"۔

امت چاند کو اسی طرح اہمیت دیتی آئی ہے،چاند نکلنے پر جشن مناتی ہے،توپ سے گولے چھوڑتی ہے،اور مساجد کو سجاتی ہے،مشہور عباسی عہدہ دار احمد بن یوسف کا بیان ہے: "مجھے خلیفہ مامون رشید نے یہ حکم دیا کہ میں مملکت کے ہر علاقے کے ذمہ داران کے پاس یہ پیغام لکھ بھیجوں کہ لوگ رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ چراغ روشن کریں،اس پیغام میں انہیں اس حکم کی حکمتیں بھی بتائی جائیں،مجھے سمجھ میں نہیں آیا کہ میں اس پیغام میں کیا لکھوں؟اسی حال میں میں سوگیا،کہ خواب میں کسی نے مجھ سے کہا:لکھو کہ:"ایسا کرنے سے رات میں چلنے والوں کو سہولت ملے گی،تہجد گزاروں کو روشنی ملے گی،شکوک وشبہات کے امکانات ختم ہوں گے،اللہ کے گھروں(مساجد)میں تاریکی کی وحشت نہیں ہوگی"،میں بیدار ہوگیا،مجھے میری مطلوبہ راہ نمائی مل چکی تھی،ان جملوں پر ہی میں نے اس خط کا آغاز واختتام کردیا۔(۱)

خلفا اور دیگر عہدہ داران عوام الناس کے ساتھ چاند دیکھنے کی کوشش کرتے،قاضیوں

۱- ابوداود،کتاب الصوم،حدیث:۲۳۴۲،اس پر کوئی حکم امام ابوداود نے نہیں لگایا ہے،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کے نزدیک قابل اعتبار ہے،المجوع(۲۷۵/۶)میں اسے صحیح قرار دیا گیا ہے۔

کے ساتھ وہ بلند مقامات پر چڑھتے اور چاند دیکھنے کی کوشش کرتے، اصمعی کا بیان ہے: میں رشید کے ساتھ ایک اونچی جگہ پر چڑھا، تاکہ ہم رمضان کا چاند دیکھ سکیں، اس موقعہ پر میں نے کہا: امیر المومنین! ہند بنت عتبہ کے اس شعر کا کیا مطلب ہے؟

نحن بنات طارق　　نمشی علیٰ النمارق

(ہم طارق کی بیٹیاں ہیں، قالینوں پر چلتی ہیں)

رشید نے کہا طارق سے مراد ستارہ ہے، اصمعی نے کہا: آپ صحیح کہتے ہیں۔

سلطان محمد ناصر بن قلاوون قاضیوں کے ساتھ ایک بلند مقام پر چڑھا، بادل کی وجہ سے لوگوں کو (عید کا) چاند نہیں دکھا، سب نے اگلے دن روزہ رکھنے کو کہا، مفتی کی بیوی بھی چاند دیکھ رہی تھی، اس نے بادلوں کے بیچ سے چاند دیکھ لیا (اس کی نگاہ بہت تیز تھی) اس نے اپنے شوہر کو خبر دی جنہوں نے اس کی تصدیق کردی، پھر وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں پورا قصہ سنایا، سلطان نے اسے بلاکر قسم دلائی، حاضرین نے بھی اس کی تصدیق کردی، اور حکومت کی طرف سے چاند کا اعلان ہوگیا، پھر لوگوں نے روزہ رکھ لیا۔

رمضان کے چاند کو شعرا نے بھی بہت اہمیت دی ہے، ابن حمدیس صقلی کے اشعار ہیں:

قلت والناس یرقبون هلالا　　یشبه الضبَّ فی نحافة جسمه

من یکن صائما فذا رمضان　　خط بالنور للوری أول اسمه

ماضی میں ہر ملک، شہر اور علاقہ کے لوگ چاند دیکھنے کی کوشش کرتے تھے، اگر چاند دکھ جاتا، یا معتبر لوگ گواہی دے دیتے یا مہینہ کے آغاز واختتام کی علامات پائی جاتیں تو وہ اس کا فیصلہ کرلیتے، چونکہ اس وقت آج کی طرح باہمی رابطہ کے جدید وسائل نہیں تھے، شریعت اس لئے ان کے روزوں کی صحت پر اس کیفیت کو اثر انداز نہیں ہونے دیتی تھی، اس لئے کہ وہ اپنی سی کوشش کرتے تھے، فقہا نے بھی اس کے لئے اختلاف مطالع کی بنیاد فراہم کی تھی، جیسا کہ ایک مرتبہ شام ومکہ میں رویت کا فرق سامنے آیا تھا، یہ واقعہ حضرت کریب نے حضرت عبداللہ بن

عباس سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں: میں شام آیا، وہاں ہم نے چاند جمعہ کی شب کو دیکھا تھا، انہوں نے دریافت کیا: کیا تم نے جمعہ کی شب کو دیکھا تھا، میں نے عرض کیا: جی! اور رویت عام ہوئی تھی، سب نے اگلے دن روزہ رکھا، حضرت معاویہؓ نے بھی رکھا، حضرت ابن عباس نے فرمایا: لیکن ہم نے سنیچر کی شب کو دیکھا، اگر ۲۹ کو چاند نہیں دکھا تو ہم تو تیس روزے پورے کریں گے، میں نے عرض کیا: کیا حضرت معاویہ کی رویت اور ان کے روزے آپ کے لئے کافی نہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: نہیں، ہمیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔
(مسلم، مع شرح نووی: ۷ر۱۹۷)

آج کی پریشانی یہ ہے کہ پوری دنیا ایک چھوٹے سے گاؤں کی صورت اختیار کر گئی ہے، کسی بھی علاقہ میں کچھ ہو، چند منٹوں کے اندر لوگوں کو علم ہو جاتا ہے، بلکہ بسا اوقات تو براہ راست نشر ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے مسلمانوں کی عیدیں اور ان کی عبادتوں کے اوقات زبردست بحث ومباحثہ کا موضوع بن گئے ہیں، ہر برس عید تین یا چار دن منائی جاتی ہے، اور اس صورت حال نے اس موضوع پر بہت سے سوالات پیدا کر دیے ہیں۔

مسلم اور عرب ممالک نے اس مسئلہ پر بہت توجہ دی ہے، ۱۹۵۵ء میں عرب لیگ نے ماہرین شریعت وفلکیات کی ایک کانفرنس کر کے اس طرف توجہ دلائی تھی، اس کانفرنس میں اردن کی طرف سے پورے عالم اسلام میں ایک ساتھ روزے رکھنے اور عید منانے کی تجویز پر غور وفکر کیا گیا تھا، پھر از ہر، مکہ اور جدہ کی فقہ اکیڈمیوں اور دوسرے اداروں کی جانب سے ایسی متعدد کانفرنسیں منعقد کی گئیں، کویت ترکی جیسے بعض ممالک نے اس سلسلہ میں کانفرنسیں منعقد کیں، فقہ اکیڈمیوں، کانفرنسوں اور افتاء کے اداروں نے اس سلسلہ میں متعدد تجاویز بھی پیش کیں، لیکن اب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوا ہے، اس لئے کہ اس اختلاف کو ختم کرنے کے لئے سیاسی ادارہ کی بھی ضرورت ہے، اس مسئلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ رشید رضا نے المنار میں لکھا تھا: ’’جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے تب سے لے کر اب تک (اور اب ہم بوڑھے ہو چکے ہیں)

رمضان اور شوال نیز ذی الحجہ کے چاند کے سلسلہ میں ہونے والے اختلاف پر مسلمانوں کو پریشان دیکھ رہے ہیں''۔(۲)

سوم: چاند کے مسئلہ پر منعقد ہونے والی کانفرنسیں اور سیمینار

ایک ہی چاند پر اتفاق کے سلسلے میں متعدد فقہی کانفرنسیں منعقد ہوئی ہیں، جن میں سب سے پہلی کانفرنس مجمع البحوث الاسلامیۃ (ازہر) کی وہ کانفرنس ہے جو جمادی الثانیہ ۱۳۵۸ھ مطابق ۱/اکتوبر ۱۹۶۶ء کو منعقد ہوئی، لیکن اس سے بھی پہلے تیونس میں ایک کانفرنس جمادی الثانیہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۶/اکتوبر ۱۹۶۳ء کو منعقد ہو چکی تھی، جس میں عالم اسلام کے منتخب ماہرین فقہ وفلکیات اس وقت کے مفتی تیونس علامہ محمد الفاضل ابن عاشور کی سربراہی میں جمع ہوئے تھے۔

اس کے بعد ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء میں کوالالمپور ملیشیا میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی، جو اس نتیجہ تک پہنچی کہ کسی سبب سے رویت ممکن نہ ہونے کی صورت میں فلکی حساب پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

پھر محرم ۱۳۹۳ھ مطابق مارچ ۱۹۷۳ء میں کویت میں ایک کانفرنس مسلم ممالک کے امور اسلامی واوقاف کے وزرا کی منعقد ہوئی۔

پھر ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء میں استانبول کانفرنس منعقد ہوئی، پھر رابطہ عالم اسلامی کے تحت قائم اسلامی فقہی اکیڈمی، اور او۔آئی۔سی کے تحت قائم اسلامک فقہ اکیڈمی اور المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث وغیرہ کی کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔

چہارم: سورج اور چاند دونشانیاں اور علامتیں ہیں:

سورج اور چاند نیز تمام مخلوقات اللہ وسبحانہ تعالیٰ کی تخلیق وقدرت کی نشانیاں ہیں، نیز اللہ کی مخلوق ہیں، جن سب کو اللہ نے خدمتِ انسانی میں لگا دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "

۲- المنار، جلد: ۲۸، ص: ۶۳ مؤرخہ ۲۹/شعبان ۱۳۴۵ھ۔

وسخّر لکم ما فی السماوات وما فی الارض جمیعاً منه" (جاثیہ:١٣)(اس نے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کو تمہاری نفع رسانی میں لگا دیا) یہ بات اللہ نے بہت سی آیات میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے، مثلاً سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہوا ہے: " اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِیْ الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الأَنْهَارَ(٣٢) وَسَخَّر لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنَ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّیْلَ وَالنَّهَار" (ابراہیم:٣٢)(اللہ ہی ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا، اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ تمہاری رزق رسانی کے لئے (٢ طرح کے پھل پیدا کئے، جس نے کشتی کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے، اور دریاؤں کو تمہارے لئے مسخر کیا، اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جارہے ہیں، اور رات اور دن کو تمہارے لئے مسخر کیا)۔

تسخیر کی یہ نعمت انسان کو ملنے والی عظیم ترین نعمتوں میں سے ایک ہے جو تعمیر ارضی وخلافت ارضی کا تقاضا کرتی ہے، ان ہی نعمتوں میں سے سورج، چاند اور ستارے بھی ہیں، جنہیں اللہ نے بہت سے امور کی علامتیں بنایا ہے، جن میں سے ایک برسوں اور تاریخوں کے حساب کا علم بھی ہے،" هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَالْقَمَرَ نُوراً وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُواْ عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّهُ ذَلِكَ إِلاَّ بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الآیَاتِ لِقَوْمٍ یَعْلَمُون" (یونس:٥)(وہی ہے جس نے سورج کو اجیالا بنایا اور چاند کو چمک دی اور چاند کے گھٹنے بڑھنے کی منزلیں ٹھیک ٹھیک مقرر کردیں، تاکہ تم اس سے برسوں اور تاریخوں کے حساب معلوم کرو، اللہ نے یہ سب کچھ بامقصد بنایا ہے، وہ اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر پیش کررہا ہے ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں)،" إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِیْ كِتَابِ اللّهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلاَ تَظْلِمُواْ فِیْهِنَّ أَنفُسَكُمْ وَقَاتِلُواْ الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ" (توبہ:٣٦)(حقیقت یہ ہے کہ

مہینوں کی تعداد جب سے اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے اللہ کے نوشتے میں بارہ ہی ہے، اوران میں سے چار مہینے حرام ہیں، یہی ٹھیک ضابطہ ہے، لہٰذا ان چار مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو، اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں، اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے)،"**يسألونک عن الأهلة قل هی مواقيت للناس والحج**" (بقرہ:۱۸۹)(لوگ تم سے چاند کی گھٹتی بڑھتی صورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں، کہو یہ لوگوں کے لئے تاریخوں کی تعیین کی اور حج کی علامتیں ہیں)،"**وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِتَبْتَغُواْ فَضْلاً مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُواْ عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلا**" (بنی اسرائیل:۱۲)(اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے، رات کی نشانی کو ہم نے بے نور بنایا، اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا، تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور ماہ وسال کا حساب معلوم کر سکو، اسی طرح ہم نے ہر چیز کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے)۔

پنجم: چاند، سورج اور تاروں کی پیدائش کے مقاصد:

اس روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ چاند، سورج، تاروں اور سیاروں کی پیدائش کے مقاصد یہ ہیں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات نیز قوتِ تخلیق پر دلالت، انسانوں کا نفع، برسوں، مہینوں اور اوقات کی تعیین کے سلسلے میں ان سے استفادہ، انسان کے لئے عبادات کے اوقات کی تعیین میں سہولت، مسلمانوں کی تربیت کہ وقت سے مربوط حقوق، عہود اور عقود میں وقت کی پابندی کریں۔

لہٰذا سورج اور چاند کے مقاصد تیسیر کی جگہ مشکلات کا باعث نہ بن جائیں، آسمانوں اور زمین کو جس دن اللہ نے پیدا کیا تھا اسی دن سے مہینوں کی تعیین کر دی تھی، اس لئے یہ کوئی معقول بات نہیں ہے کہ یہ معاملہ اس قدر پیچیدہ ہو جائے اور بات ان اختلافات اور بحث ومباحثہ تک پہنچ جائے۔

ششم: مہینہ اور برس کیسے وجود میں آتا ہے؟ اور ان سے عبادات کا کیا ربط ہے؟

فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رمضان، حج، عدت، اور بطور کفارہ دو مہینے روزے

رکھنے جیسے احکام شرعیہ میں اعتبار قمری مہینوں کا ہی ہے، اور زکاۃ وبلوغ جیسے امور میں بھی قمری سال کا ہی اعتبار ہے، جب کہ نماز کے اوقات سورج کی حرکت سے مربوط ہیں، لہٰذا قمری مہینہ و برس اور شمسی برس کی واقفیت ہمارے لئے لازمی ہے۔

فقہا کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ قمری مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے، (یہ احادیث آگے درج کی جائیں گی)۔ ۲۹ دن سے کم یا ۳۰ دن سے زائد کا مہینہ نہیں ہوسکتا (اس سلسلے میں تمام فقہی کتابوں کے کتاب الصیام سے استفادہ کیا جا سکتا ہے)۔

یہ بات بھی معلوم ہے کہ ہماری یہ زمین جس نظامِ شمسی میں ہے، اس میں ایک سورج اور اس کے گرد نو سیارے اپنے اپنے مداروں میں گردش کررہے ہیں، سورج کے گرد زمین دائرہ جیسے شکل میں گردش کرتی ہے، جسے ہم ذیل کی تصویر میں دیکھ سکتے ہیں۔

تصویر نمبر ۱

زمین دوطرح سے گردش کرتی ہے، ایک سورج کے گرد، اور ایک خود اپنے محور کے گرد، سورج کے گرد زمین کی گردش ایک شمسی برس میں مکمل ہوتی ہے، جب کہ اپنے محور کے گرد زمین کی گردش ۲۴ گھنٹے میں پوری ہوتی ہے۔

چاند اپنی قرانی گردش ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے چوالیس منٹ اور تین سکنڈوں میں پوری کرتا ہے، قرانی گردش سے مراد چاند کا ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ مکمل طور پر زمین اور سورج کے درمیان آنے کا سفر ہے، جس کو مندرجہ ذیل تصویر سے سمجھا جاسکتا ہے: (۳)

۳- ملاحظہ ہو ڈاکٹر فخرالدین کراری کا مقالہ جو پیچھے مذکور مجلّہ (ص:۹۰۰) میں شائع ہوا ہے، انہوں نے قران کی تین قسمیں کی ہیں، نیز ملاحظہ ہو: ڈاکٹر محمد جبر الالفی کا مقالہ المطالع وتوحید المناسبات، یہ مقالہ انہوں نے مؤتمر القضاء الشرعی، منعقدہ عمان، اپریل ۲۰۰۷ء میں پیش کیا تھا، اسی کانفرنس میں پیش کیا گیا حمید مجول نعیمی کا مقالہ ہلال القمر بین الفقہ والفلک بھی اور شیخ عصام ابوالعدس کا مقالہ حجیۃ الحسابات الفلکیۃ ملاحظہ ہو۔

تصویر نمبر ۲

قران کی حالت میں (یعنی جب چاند سورج اور زمین کے درمیان ہوتا ہے) چاند نظر نہیں آتا ہے، اس صورت کو محاق کہتے ہیں، ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ اس وقت چاند کا آدھا روشن حصہ سورج کی جانب ہوتا ہے، اور نصف تاریک حصہ زمین کی طرف ہوتا ہے، پھر چاند گردش کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے تو چاند کا کنارہ کمان کی شکل میں چمکنے لگتا ہے، فلکی اعتبار سے تو مہینہ کا آغاز اسی وقت ہوجاتا ہے جب چاند قران کی حالت سے آگے بڑھتا ہے، لیکن چاند کے قابل رویت ہونے کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ چاند سورج سے کم از کم آٹھ ڈگری کے زاویہ پر ہو، اور غروب آفتاب کم از کم پانچ ڈگری کے زاویہ کی بلندی پر ہو۔(۴)

ذیل کی تصویر زمین کے گرد چاند کی گردش کی قرانی وفلکی مدت کی وضاحت کرتی ہے۔

تصویر نمبر ۳

ہفتم: گردش اور چاند کی قسمیں:

اس قرانی گردش کے علاوہ کچھ اور قسم کی گردشیں بھی پائی جاتی ہیں، جن کی بنیاد پر چاند کی مختلف قسمیں وجود میں آتی ہیں، مثلاً:

(الف) نجومی گردش، یعنی چاند کی اپنے بیضاوی مدار میں وہ گردش جو وہ زمین کے گرد ۲۷ دن ۷ گھنٹے ۴۳ منٹ اور ۱۲ سکنڈ میں پوری کرتا ہے۔

(ب) ماہانہ گردش، جو چاند ۲۹ یا ۳۰ دن میں کرتا ہے، فقہا اسی کو مہینہ مانتے ہیں۔

(ج) مداری مہینہ (Tropical month)، یعنی وہ وقت جو چاند کو اپنے مدار کے اس مقام تک دوبارہ پہنچنے میں لگتا ہے، جہاں دائرۂ بروج دائرۂ استوائے سماوی سے الگ ہوتا ہے، اس کی مقدار نجومی مہینہ سے ۸ سکنڈ کم ہوتی ہے۔

۴- حوالہ بالا ص ۸۸۶۔

(د) چاند کی گردش کی کچھ اور قسمیں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ہمارے مطالعہ کی نوعیت ان کے تذکرہ کی اجازت نہیں دیتی ہے۔(۵)

قرانی گردش اور نجومی گردش کے عرصوں میں پائے جانے والے اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ زمین کے گرد اپنی گردش کی رفتار کے ذریعہ چاند زمین کے گرد اپنی نجومی گردش ۲۷ دن، سات گھنٹوں، ۴۳ منٹ اور ۱۱ء۶ سکنڈ میں پوری کر لیتا ہے، جب کہ زمین سورج کے گرد ٹھہری رہتی ہے، لیکن چونکہ زمین اور چاند دونوں سورج کے گرد گردش کرتے ہیں اس لئے چاند جہاں سے اپنی گردش کا آغاز کرتا ہے اس مقام تک پہنچنے میں اسے عام طور پر ۲۹ دن، ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ اور ۹ء۲ سکنڈ کا عرصہ لگتا ہے اس کو قرانی گردش کہتے ہیں۔

اور عربی مہینہ کا آغاز چونکہ غروب آفتاب سے ہوتا ہے اور غروب آفتاب تک ہی وہ دن پایا جاتا ہے اس لئے مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے سورج طول البلاد کے مختلف خطوط کے اعتبار سے ہر اگلے دن ۴۰۔۵۰ منٹ تاخیر سے غروب ہوتا ہے۔

جب کہ دن یقیناً زمین کی اپنے گرد اس گردش سے عبارت ہے جو ۲۴ گھنٹے میں پوری ہوتی ہے، زمین چونکہ ایک گیند جیسی شکل کی ہے اس لئے اس کے مختلف علاقوں میں سورج کے طلوع وغروب کے اوقات مختلف ہوتے ہیں، ہمارے یہاں جب دن کی روشنی ہوتی ہے تو دوسرے علاقہ میں رات کی تاریکی ہوتی ہے، سمندری سفر کرنے والوں کو سمندروں کو پار کرتے وقت اس سے بہت پریشانی ہوتی تھی۔

اس لئے انہوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ وہ ایک خالی بحری علاقہ میں مشرق ومغرب کے درمیان ایک خط فاصل تصور کر لیں، یہ علاقہ برطانیہ کا گرینچ ہے، اسے انہوں نے صفر خط عرض مانا، اور پوری زمین میں ۱۸۰ خط عرض تصور کئے، زوال کے اوقات اسی بنیاد پر طے کئے جاتے ہیں، گرینچ میں دن کے بارہ بجے کے وقت کو دن کا نصف مانا جاتا ہے، پوری دنیا میں گھڑی

۵- ملاحظہ ہو ڈاکٹر مسلم شلتوت کا مقالہ مدیٰ دقة الحساب الفلكية فی اثبات الشهور الهجرية۔

کے اوقات اس بنیاد پر طے کئے جاتے ہیں، اور تاریخ کا آغاز رات میں ۱۲ بجے کے بعد سے ہوتا ہے، بین الاقوامی تاریخ کا بھی اعتبار اسی طرح کیا جاتا ہے، یہ بین الاقوامی طریقۂ تعیین اوقات ہے، لیکن تعیین اوقات کے جس طریقۂ کار سے روز وشب کی تجدید نہیں ہوتی ہے، فطری طو پر وہ یہ ہے کہ دن کا آغاز طلوع فجر سے ہوتا ہے اور اختتام غروب آفتاب اور رات کا آغاز غروب شمس سے ہوتا ہے اور اختتام طلوع فجر پر، لہذا تاریخ کا آغاز اگر دن سے کیا جائے تو رات اس کے تابع ہوگی اور اگر رات سے کیا جائے تو دن اس کے تابع ہوگا، تاریخ اسلامی کی بنیاد چونکہ چاند کی گردش پر ہے اس لئے اس میں دن (تاریخ) کا آغاز غروب آفتاب کے بعد سے ہوجاتا ہے، اس کی بنیاد یہ ہے کہ مہینہ کا آغاز غروب آفتاب کے بعد چاند نکلنے سے ہوتا ہے، اور اسی لئے اگلے دن کا روزہ فرض ہوجاتا ہے۔

لیکن علمی امانت کا تقاضہ ہے کہ یہ بھی ذکر کیا جائے کہ شریعت نے یوم عرفہ کے سلسلے میں رات کو دن کے تابع کیا ہے، اسی لئے یوم عرفہ کی اگلی رات میں بھی وقوف جائز ہے۔

ھشتم: چاند کی پیدائش اور رویت میں فرق:

(الف) چاند کی رویت تبھی ہو پاتی ہے جب چاند اپنی پیدائش کے بعد خط قران سے ایسی دوری پر آجائے کہ سورج کی روشنی چاند کی سطح پر پڑ سکے، ایسا تب ہوتا ہے جب چاند سورج سے کم از کم ۷ ڈگری کی دوری کے زاویہ پر آجائے، اور فضا بھی سازگار رہو۔

(ب) جب کہ چاند کی پیدائش کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ چاند کا مرکز زمین کے مرکز اور سورج کے مرکز کے درمیان کے خط فاصل سے آگے بڑھ جائے، یہ کام بس ایک لمحہ میں ہوجاتا ہے، اور ایسا ہوتے ہی سورج کی شعاعیں چاند کی سطح پر پڑنے لگتی ہیں، لیکن ہم انہیں صرف سورج گرہن کی صورت میں ہی دیکھ سکتے ہیں۔(۶)

۶- حوالہ جات بالا۔

نهم: فلکی حساب اور چاند کی رویت پر عالم اسلام میں کس قدر اعتماد کیا جاتا ہے؟

اس حوالہ سے عالم اسلام میں تین گروہ پائے جاتے ہیں:

۱۔ کچھ ممالک میں فلکی حساب کو رویت کا متبادل مانا جاتا ہے، یہ ممالک ہیں: تیونس، الجزائر، ترکی، ملیشیا، برونائی، انڈونیشیا، ماضی میں لیبیا میں بھی اسی پر عمل تھا۔

۲۔ مصر میں فلکی حساب کو صحیح شرعی رویت کے لئے ایک معاون کے طور پر مانا جاتا ہے، متبادل کے طور پر نہیں۔

۳۔ کچھ ممالک آنکھ یا دوربین کی مدد سے رویت کو ہی معتبر جانتے ہیں، اور فلکی حساب کو سرے سے مسترد کردیتے ہیں، یہ ممالک ہیں: سعودی عرب، عمان کے علاوہ تمام خلیجی ممالک، ہندوستان، پاکستان، بنگلادیش اور مراکش۔

پہلی رائے کے حامل ممالک کے مابین متعدد تقسیمات پائی جاتی ہیں:

(الف) بعض ممالک ۲۹ ویں تاریخ کو غروب آفتاب کے بعد چاند کے موجود ہونے پر نئے مہینے کا آغاز مان لیتے ہیں، خواہ چاند غروبِ آفتاب کے بعد صرف ایک منٹ تک ہی موجود رہے، مثلاً تیونس میں اسی پر عمل ہے۔

(ب) بعض ممالک ۱۹۷۸ء کی استانبول کانفرنس کے فیصلوں پر عمل کرتے ہیں، یعنی یہ شرط لگاتے ہیں کہ غروب کے بعد چاند افق سے کم از کم ۵ ڈگری اونچا ہو، اور سورج سے کم از کم ۷ ڈگری کی دوری پر ہو، یعنی چاند غروب آفتاب کے کم از کم بیس منٹ بعد غروب ہو (ترکی، الجزائر)۔

(ج) بعض ممالک چاند کی پیدائش کو کافی سمجھتے ہیں، (لیبیا)۔

(د) بعض ممالک یہ شرط لگاتے ہیں کہ چاند کی عمر ۸ گھنٹے سے زیادہ ہو، چاند افق سے ۲ قوسی ڈگری سے اوپر ہو، اور سورج کے مرکز سے ۳ قوسی ڈگری کے

زاویہ پر ہو (مثلاً ملیشیا، برونائی وانڈونیشیا)۔(۷)

دھم: ماضی وعصر حاضر میں مہینہ کے حساب میں واقع ہونے والی چند غلطیوں کا مختصر تذکرہ:

ماضی میں:

شہادت بالخصوص ایک ہی شخص کی شہادت پر اعتماد کر لینے کے نتیجہ میں ماضی میں متعدد مرتبہ اس سلسلہ میں غلطی ہوئی ہے، ایسے چند مواقع کا تذکرہ مورخین نے کیا ہے، مثلاً ۶۲۴ھ میں اہل بغداد نے ایک دن رمضان کا آغاز کر لیا، لیکن اگلی رات میں بھی چاند نظر نہیں آیا تو اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس شہادت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا گیا تھا وہ صحیح نہیں تھی (۸)، مقریزی نے لکھا ہے کہ مصر میں ماہرین فلکیات نے اعلان کیا کہ آج ماہ رمضان کا چاند نظر نہیں آئے گا، لیکن سلطان اور عوام رویت کے لئے نکلے، انہیں بھی چاند نظر نہیں آیا، پھر سلطان کے ایک درباری نے آ کر چاند دیکھنے کی شہادت دی، (یہ درباری پیسے لے کر گواہی دیا کرتا تھا) اس کی گواہی کو نواب قاضی القضاۃ حنبلی نے قبول کر لیا، اور روزہ رکھے جانے کا اعلان کر دیا گیا، جس کے نتیجہ میں ایک فتنہ برپا ہو گیا، اور لوگ گواہ کو نا قابل اعتبار کہنے لگے، لیکن پھر مصر وشام کے مضافاتی علاقوں سے اس خبر کی تصدیق ہوئی (۹)، ایک بار پھر یہی صورت پیش آئی تو ایک شاعر نے کہا:

كنا نفر من الولاة الجائرين الىٰ القضاة　　　فالآن نفر من جور القضاة الىٰ الولاة

(ماضی میں ہم ظالم حکمرانوں سے بھاگ کر قاضیوں کی پناہ لیتے تھے، اور اب ہم قاضیوں کے ظلم سے بھاگ کر حکمرانوں کی پناہ میں جاتے ہیں)۔(۱۰)

۷- ملاحظہ ہو مسلم شلتوت کا مقالہ مدی دقۃ الحسابات الفلکیۃ۔

۸- تاریخ الاسلام، ذہبی، ۵۸/۳۵۷۔

۹- السلوک لمعرفۃ دول الملوک، ۲/۳۴۱، نیز ملاحظہ ہو: بوعروہ بیکر، الخلاف حول الأہلۃ فی تاریخ الاسلام، غیر مطبوعہ مقالہ، ص:۸۔۹۔

۱۰- حوالۂ بالا، ۳/۳۶۵۔

تاریخ کی کتابوں میں یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہارون رشید جب اپنے پہلے حج سے فارغ ہوا، تو دس لوگوں نے آ کر یہ حلفیہ بیان دیا کہ انہوں نے فلاں دن ذی الحجہ کا چاند دیکھا تھا، یہ وہ دن نہیں تھا جس دن رویت ہونے کا فیصلہ خلیفہ نے کیا تھا، خلیفہ بہت غمگین ہوا، اس نے انہیں الگ الگ فقہا کے پاس بھیجدیا، فقہانے پایا کہ ان کی گواہیاں مختلف ہیں، ان کا وطن پوچھا، تو معلوم ہوا کہ وہ کرمان کے رہنے والے ہیں جو اس وقت زندیقیت میں مشہور تھا، جب انہیں سزا نہ دیے جانے کا اطمینان دلا کر ان سے تفتیش کی گئی تو انہوں نے اقرار کیا کہ انہوں نے ایسا صرف لوگوں کا حج خراب کرنے کے لئے کیا تھا۔(۱۱)

ابن جبیر نے لکھا ہے کہ ۵۷۳ھ میں مغرب (شمالی افریقہ) کے حجاج نے بہت زور وشور سے یہ بات کہی کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں چاند دیکھا ہے، حالانکہ اس دن وہاں گھرے بادل چھائے ہوئے تھے، قاضی نے ان کے اس بیان کو شدت سے رد کر دیا، اور کہا کہ اگر وہ ایسے بادل میں سورج دیکھنے کی بھی گواہی دیں گے تو میں قبول نہیں کروں گا، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ مغاربہ حجاج یہ چاہ رہے تھے کہ یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو، اس لئے وہ یہ جھوٹ بول رہے تھے، اور قاضی کی ہی بات صحیح تھی۔(۱۲)

اس طرح کے واقعات بار بار پیش آئے ہیں، جبروتی نے بھی ایسے متعدد واقعات نقل کئے ہیں اور مقریزی کی اس رائے سے اتفاق کیا ہے کہ ان گواہیاں دینے والوں نے حقیقی چاند نہیں دیکھا ہوتا تھا، بلکہ اس کے مشابہ کوئی چیز دیکھی ہوئی تھی، مثلاً زہرہ ومشتری کے قران سے انہیں ایسا گمان ہوتا تھا، یا وہ بادل کا کوئی ٹکڑا دیکھ کر اسے چاند سمجھ لیتے تھے، یا پھر وہ شہرت ومال کی لالچ میں ایسا کرتے تھے۔(۱۳)

۱۱- اخبار أصبهان:۱/۱۶۹أمالی الشجری:۱/۴۴۹۔

۱۲- رحلۃ ابن جبیر:۱/۵۷، اس وقت ذی الحجہ کے چاند کی رویت کا اعلان والی مکہ کی جانب سے ہوتا تھا، ملاحظہ ہو: حلیۃ الاولیاء:۸/۵۶۔

۱۳- عجائب الآثار فی التراجم والاخبار،۳/۷۸۔

عصر حاضر میں:

ماضی کے لوگ اس سلسلے میں معذور تھے، اس لئے کہ اس وقت چاند دیکھنے کے لئے وہ جدید وسائل دستیاب نہیں تھے جو اب دستیاب ہیں، علم فلکیات بھی آج کی طرح ترقی یافتہ نہیں تھا، کہ چاند کا لمحہ لمحہ معائنہ کرسکتا ہو، ڈاکٹر مسلم شلتوت کہتے ہیں کہ مصر جیسے جن ممالک نے فلکی حساب کو صحیح شرعی رویت کے لئے ایک معاون کی صورت میں قبول کیا ہے، اور متبادل نہیں مانا ہے، وہاں فلکی حساب اور شرعی رویت میں گزشتہ تیس برس میں ایک بھی اختلاف نہیں پایا گیا ہے۔ (۱۴)

اس لئے کہ فلکی حساب چاند کی پیدائش کے وقت ومقام، چاند کے غروب ہونے کے وقت، افق سے اس کی بلندی اور مغرب میں اس کی جگہ کو متعین کردیتا ہے، اور اس طرح چاند دیکھنے والے کو وہ تمام وسائل حاصل ہوجاتے ہیں جو اس کے لئے چاند کی صحیح رویت میں معاون ہوتے ہیں، یہ وسائل اس کو صحیح وقت کی بھی راہ نمائی کرتے ہیں، کہ پھر انسان اسی وقت چاند دیکھتا ہے جب اس کی پیدائش ہوچکی ہو، عملی طور پر وہ موجود ہو اور اس کی رویت کا امکان ہو۔

استاذ عدنان عبد المنعم قاضی نے ایک فلکیاتی مطالعہ بعنوان " **مقارنة بين يومى الدخول الرسمى والفلكى لشهر رمضان فى المملكة العربية السعودية، الفترة ۱۳۸۰-۱۴۲۵ھ** " تیار کیا ہے، ۴۶ برس کے عرصہ پر محیط اس مقالہ میں حکومت سعودی عرب کے اعلان کے مطابق پہلی رمضان اور استانبول کا نفرنس (منعقدہ ۲۶-۲۹ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ / ۲۷-۳۰ نومبر ۱۹۷۸ء) میں طے کی گئیں فلکی شروط کے اعتبار سے ممکنہ پہلی رمضان کے درمیان تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے، اس مطالعہ میں بتایا گیا ہے کہ ۴۶ مرتبہ میں سے صرف ۶ مرتبہ (یعنی ٪۱۳ میں) ہی یہ شرطیں پائی گئیں، جب کہ ۴۰ برس (یعنی ٪۸۷ میں) یہ شرطیں نہیں پائی گئیں، ان میں سے ۲۹ مرتبہ (یعنی ٪۶۳ میں) رویت ناممکن تھی، اور ۱۰ مرتبہ (یعنی ٪۳۴

۱۴- ملاحظہ ہو موصوف کا پیچھے مذکور مقالہ۔

میں) چاند افق سے اتنا نیچے تھا کہ رمضان شروع ہونے میں دو دن باقی تھے۔ (۱۵)

ماہر فلکیات عدنان اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ سائنسی دلائل سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ان ۴۶ برسوں میں مہینوں کے آغاز کے ثبوت کے لئے روایتی طریقہ جدید علم فلکیات کے سائنسی طریقہ سے معارض ہے۔ (۱۶)

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ رویت پر اصرار کرنے والی فقہ ظاہری جزوی فقہ ہے جو مقاصد شریعت پر یا ہمہ گیر فہم پر مبنی نہیں ہے، جب کہ بنیادی حقیقت یہ ہے کہ شریعت خداوندی سائنسی یقینی امور سے معارض نہیں ہوسکتی ہے۔ اصل پریشانی یہ ہے کہ صرف رویت کی تحقیق کی جاتی ہے، کہ گویا مسئلہ صرف رویت یا صرف فلکی حساب میں منحصر ہے، رویت شریعت میں منصوص ہے، لیکن کوئی دلیل اس بات کی نہیں ہے کہ علم ومشاہدہ کی بنیاد پر قائم فلکی حساب کی قطعی طور پر نفی کی جائے، پھر یہ فلکی حساب اللہ کی تخلیق کا ایک فہم ہے، اور اللہ کی تخلیق اللہ کی نازل کردہ شریعت سے متصادم نہیں ہوسکتی ہے۔

دونوں (رویت اور فلکی حساب) میں سے صرف ایک کا ہی اعتبار علی الاطلاق غلط ہے، اگر ہم ایسا کریں گے تو بہت سے اسباب کی وجہ سے غلطی کے زبردست احتمال کے ساتھ رویت تسلیم کریں گے۔

عراق دیگر ممالک کے سلسلے میں بھی دوسرے فلکی مطالعات ہوئے ہیں، جو یہ بتاتے ہیں کہ متعدد مرتبہ ایسے لوگوں کی شہادتیں قبول کرنے کی وجہ سے غلطیاں ہوئی ہیں، جنہیں چاند کے بارے میں کچھ علم ہی نہیں تھا، اگر ہم حسن ظن سے کام لیں تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے چاند جیسی کسی چیز کو دیکھ کر چاند سمجھ لیا اور گواہی دے دی۔ (۱۷)

۱۵- مذکورہ مقالہ۔ ۱۶- حوالۂ بالا۔

۱۷- استاذ مجید محمود، کلیۃ العلوم، جامعۃ الانبار، عراق نے ایک مطالعہ ۱۴۰۸ھ سے ۱۴۲۶ھ تک کے عرصہ کے سلسلے میں عراق کی بابت کیا ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ ۳۵ مہینوں میں چاند کو اس وقت مان لیا گیا جب وہ طلوع ہی نہیں ہوا تھا۔

یازدهم: اختلاف مطالع:

اختلافِ مطالع کے اعتبار کے سلسلے میں فقہائے سابقین کے یہاں تین آرا پائی جاتی ہیں:

پہلی رائے: اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے، یعنی اگر کسی اسلامی ملک میں چاند دکھ جائے تو پھر اس کو قبول کرنا واجب ہے، ابن عابدین نے اسے احناف کی ظاہر الروایہ بتایا ہے (۱۸)، مالکیہ کی ایک جماعت کا یہی مسلک ہے، اور یہی مالکی مسلک کا قولِ مشہور ہے (۱۹)، شوافع کے یہاں بھی ایک رائے یہ پائی جاتی ہے (۲۰)، نیز حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے۔ (۲۱)

دوسری رائے: اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار، یہ فقہا کی ایک جماعت کی رائے ہے، بعض علماء احناف اسی کے قائل ہیں، مالکیہ اور شوافع کے یہاں بھی یہ رائے پائی جاتی ہے، ابن تیمیہ اسی کے قائل ہیں۔ (۲۲)

تیسری رائے: بہت دور کے علاقوں میں اختلاف مطالع کا اعتبار، یہ چند مالکیہ کی رائے ہے، بعض شوافع نے مسافت سفر سے زیادہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے۔ (۲۳)

بعض فقہا نے امام مالک کی جانب یہ رائے منسوب کی ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، الا یہ کہ حکمراں حکم دیدے۔ (۲۴)

۱۸- حاشیہ ابن عابدین: ۲/ ۳۹۳، فتح القدیر: ۲/ ۳۱۳۔
۱۹- مواہب الجلیل: ۲/ ۹، الشرح الصغیر: ۱/ ٦۴۔
۲۰- الروضہ: ۲/ ۳۴۸، شرح مسلم للنووی: ۷/ ۱۹۷۔
۲۱- المغنی: ۳/ ۸۸، الانصاف: ۳/ ۲۷۳۔
۲۲- مذکورہ بالا مصادر، مجموع الفتاوی: ۲۵۔ ۱۰۷
۲۳- مذکورہ بالا مصادر۔
۲۴- ہدایۃ المجتہد: ۱/ ۳۵۸

پہلی رائے کا راجح ہونا بالکل واضح ہے، اس لئے کہ قرآنی آیات نے کسی طرح فرق نہیں کیا ہے، ارشاد ہوا ہے:" **فمن شهد منكم الشهر فليصمه** " (سورہ بقرہ) (تم میں سے جس کو مہینہ ملے وہ روزہ رکھے)، احادیث نبویہ میں بھی حکم عام ہی دیا گیا ہے کہ "چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی عید کرو" (حوالہ آگے تفصیل کے ساتھ آتا ہے)۔

پیچھے حضرت کریب کی جو روایت نقل کی گئی ہے اس کا جواب اس رائے کے حاملین یوں دیتے ہیں:

(الف) حضرت ابن عباس کے ارشاد میں "ایسا ہی............" کے اندر دو احتمال ہیں، اس سے مراد ایک شخص کی گواہی بھی ہوسکتی ہے اور اس سے مراد اصول (یعنی رویت یا تیس دن کی تکمیل) بھی ہوسکتی ہے، اور کسی دلیل میں اگر متعدد احتمالات پائے جائیں تو اس سے استدلال باطل ہوجاتا ہے۔

(ب) یہ حضرت ابن عباس کا اجتہاد ہے، اور صحابہ کے مجتہد فیہ اقوال حجت نہیں ہیں۔(۲۵)

دواز دھم: علم فلکیات کی روشنی میں رویت کے حالات اور اختلاف مطالع:

علم فلکیات کی رو سے رویت کے حالات کو ہم دو زمروں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

(ا) رویت ہلال کی بابت وہ قطعی حالات جن میں اختلاف مطالع کا کوئی اثر نہ ہو:

(الف) تمام اسلامی ممالک میں چاند غروبِ آفتاب کے بعد غروب ہو، اور رویت کے امکانات پائے جائیں، ایسی صورت میں کسی بھی دوسرے اسلامی شہر میں ایک معتبر آدمی کی شہادت کافی ہوگی۔

(ب) تمام اسلامی ممالک میں غروب آفتاب سے قبل ہی چاند غروب ہو، ایسی صورت

۲۵- نیل الاوطار: ۴/۲۱۸۔

میں رویت کا امکان نہیں پایا جاتا ہے، اور مہینہ تیس دنوں کا ہوتا ہے، ایسی صورت میں کسی کی بھی گواہی مسترد کردی جاتی ہے۔

(ج) چاند کی پیدائش یا قران غروبِ آفتاب کے بعد ہو، ایسی صورت میں رویت کا دعویٰ خواہ ایک آدمی کرے یا زیادہ افراد کریں اس کا چنداں امتیاز نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ قران سے پہلے کی رویت معتبر نہیں ہے۔

(د) سورج جب غروب ہوتو اس وقت گرہن کی حالت میں ہو، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ غروب آفتاب قران کی صورت میں ہوا ہے، لہذا چاند کی رویت کا امکان نہیں ہے، ایسی صورت میں کسی کی گواہی معتبر نہیں ہوگی۔

میں یہاں پر ایک بات کا اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا کے کسی بھی علاقہ میں (اسلامی ممالک سے باہر بھی کسی علاقہ میں) اگر رویت ہلال کا امکان ہو اور کوئی معتبر آدمی رویت کی گواہی دے تو اس کی گواہی کو قبول کر لینا چاہئے اس لئے کہ پوری دنیا رات کے سلسلہ میں مشترک ہے۔

(۲) رویت ہلال کی بابت غیر قطعی حالات، مثلاً اکثر یا کسی اسلامی ملک میں غروب آفتاب کے بعد چاند غروب ہو، یا رویت اور عدم رویت دونوں کے امکانات ہوں، ایسی صورت میں اختلاف مطالع کی بابت مذکورہ بالا اختلاف پایا جائے گا۔(۲۶)

سہ ازدھم: رویت کے لئے چاند کو کتنی دیر رہنا چاہئے؟

غروبِ آفتاب کے بعد چاند کو رویت کے لئے کتنی دیر طلوع رہنا چاہئے؟ اس سلسلہ میں آنکھ کو اور جدید ڈیجیٹل یا CCD کیمروں کو الگ الگ عرصہ درکار ہوتا ہے، سطح سمندر سے اوپر اگر یہ کیمرے لگے ہوں تو آٹھ منٹ کافی ہیں، استانبول کی کانفرنس منعقدہ ۱۹۷۸ء میں

۲۶- ملاحظہ ہوں: مذکورہ بالا مصادر۔

جو یہ بات کہی گئی تھی کہ اس کے لئے کم از کم بیس منٹ کا عرصہ درکا ہوتا ہے تو یہ بات ڈیجیٹل اور CCD کیمروں کی ایجاد سے پہلے کی تھی۔(۲۷)

رویت کے وقت چاند کی مختلف شکلوں کے فرق کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے، اگر چاند کے کونے اوپر کی طرف ہیں تو یہ مہینہ کے آغاز کا چاند ہے، اور اگر یہ کونے نیچے کی طرف ہیں تو یہ مہینہ کے آخر کا چاند ہے، اور اس کی رویت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور یہ بہت شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔(۲۸)

☆☆☆

۲۷- ڈاکٹر مسلم شلتوت کا مقالہ ملاحظہ ہو۔

۲۸- حوالۂ بالا۔

فلکی حساب پر اعتماد کے سلسلے میں فقہائے قدیم وجدید کا اختلاف، محل اختلاف کی تعیین، تجزیہ وترجیح

فلکی حساب پر اعتماد کے سلسلے میں فقہائے قدیم کے یہاں تین آرا پائی جاتی ہیں:

(۱) جمہور فقہاء اور مسالک اربعہ کے ائمہ (چند حضرات کے استثنا کے ساتھ، جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے) کی رائے یہ ہے کہ رویت اگر ممکن ہو تو اس پر اعتماد واجب ہے، بصورت دیگر مہینہ کو تیس دن کا ماننا ضروری ہوگا، رمضان، شوال اور ذی الحجہ سب میں یہی حکم ہوگا (۱)۔ معاصرین کی ایک جماعت بھی اسی رائے کی ہے، اکیڈمی کے مقالات اور مباحثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات بھی یہی رائے رکھتے ہیں: شیخ بکر ابو زید (۲) اور شیخ عبداللہ بن بیہ وغیرہ (۳)۔ مکہ مکرمہ کی اسلامی فقہی اکیڈمی نے ۱۴۰۱ھ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ فلکی حساب پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، اور چاند کی رویت کے مسئلہ کو ہر علاقہ کے اصحابِ فتوی کی رائے پر رکھا جائے، بین الاقوامی اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلہ میں لکھا گیا ہے: ''احادیثِ نبویہ اور سائنسی حقائق کے پیش نظر رویت پر اعتماد واجب ہے، فلکی حساب وجدید آلات سے مدد لی جائے گی''۔

(۲) بعض فقہا کی رائے ہے کہ رمضان، شوال، ذی الحجہ اور دیگر مہینوں میں رویت ہلال کے

۱- ملاحظہ ہو: بدائع الصنائع: ۸۱/۲، حاشیہ ابن عابدین: ۹۰/۲، الفواکہ للدوانی علی رسالۃ القیروانی: ۳۵۲/۱، القوانین الفقہیۃ: ۸۷، المجموع: ۴۴۴/۶، المغنی: ۱۱/۳-۱۰۔

۲- ملاحظہ ہو: ان کا مقالہ مطبوعہ: مجلۃ المجمع، شمارہ: ۳، جلد دوم، ص: ۸۴۲-۸۱۳۔

۳- اکیڈمی کے مباحثہ میں اکثریت نے فلکی حساب کے بجائے رویت پر ہی اعتماد کا موقف اختیار کیا تھا، ملاحظہ ہو: مجلۃ المجمع، شمارہ: ۳ جلد دوم، ص ۱۰۷۲۔

سلسلے میں فلکی حساب پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

(۳) بعض حضرات کا خیال ہے کہ رویت اور فلکی حساب دونوں پر اعتماد کیا جائے گا، اور اگر فلکی حساب رویت کو قطعی طور پر ناممکن قرار دے تو شہادت کو قبول کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اس سبب سے اس کو مسترد کرنا واجب ہوگا، اس رائے کو یوں بیان کیا جاتا ہے کہ فلکی حساب شہادت کو مسترد کرنے کے سلسلے میں معتبر ہے، لیکن مہینہ کے آغاز کو ثابت کرنے کے لئے تنہا کافی نہیں ہے، کہ اس کے لئے شرعی رویت ضروری ہے، خواہ آنکھ سے ہو یا جدید وسائل کے ذریعہ۔

اس رائے میں رویت کو واجب قرار دینے والے شرعی نصوص اور اس قطعی علم فلکیات دونوں کی رعایت کی گئی ہے جس کی رعایت بھی لازمی ہے۔

فلکی حساب کی بنیاد پر رمضان یا عید کا ثبوت اور گواہی کو مسترد کرنا تابعی عالم مطرف بن عبداللہ الشخیر (۴) (متوفی ۸۷ھ) ابن مقاتل الرازی (۵) (امام محمد بن حسن الشیبانی کے شاگرد) اور تیسری صدی کے مجدد ابن سریج الشافعی (متوفی ۳۰۱ھ) سے مروی ہے، امام شافعی سے بھی یہ قول منقول ہے، لیکن مسلک شافعی میں یہ ثابت نہیں ہے، ابن سریج کے شاگرد قفال شاشی الکبیر، ابوالطیب طبری شفعی، عبادی اور ابن دقیق العید بھی اسی رائے کے ہیں (۶) سبکی شافعی (متوفی ۷۵۶ھ) بھی اسی رائے کے ہیں، انہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے، جس کا نام ہے "العلم المنشور فی اثبات الشہور"، اس رسالہ میں انہوں نے اپنی اس رائے کا دفاع کیا ہے کہ چاند دیکھے جانے کی گواہی اگر صحیح فلکی حساب سے معارض ہو تو اسے رد کر دیا جائے

۴- تفسیر طبری: ۲/ ۲۹۳، فتح الباری: ۴/ ۱۲۲۔

۵- العلم المنشور فی اثبات الشہور للسبکی ص: ۱۰۔

۶- العلم المنشور فی اثباتِ الشہور ص: ۱۲، ۲۳۔۲۴، المجموع: ۶/ ۲۸۰، حاشیہ القلیوبی وعمیرہ علی شرح المحلی علی المنہاج: ۲/ ۶۳۔

گا، قاضی عبدالجبار اور صاحب جمع العلوم کی بھی یہی رائے ہے (۷)، چند بغدادی مالکیہ بھی اسی رائے کے ہیں (۸)، ابن بزبزہ نے اس قول کو امام مالک سے ایک روایت بھی بتایا ہے، ابن رشد نے داودی سے بھی ایسا ہی ایک قول نقل کیا ہے (۹)، قرافی نے لکھا ہے کہ "چاند، سورج گرہن اور چاند گرہن کے حسابات قطعی ہیں" (۱۰)، پھر طنطاوی جوہری نے اس موضوع پر ایک خاص رسالہ الهلال کے نام سے ۱۹۱۳ء میں تحریر کیا، جس میں انہوں نے فلکی حساب پر اعتماد کے سلسلے میں اپنی رائے کے دلائل دیے، شیخ محمد مصطفیٰ مراغی نے ۱۹۲۵ء کے آس پاس سبکی کی رائے سے اتفاق کا اظہار کیا کہ اگر فلکی حساب کی رو سے امکان رویت نہ ہو تو پھر رویت کی گواہی کو مسترد کردینا چاہئے، پھر شیخ محمد رشید رضا نے المنار کے مختلف شماروں میں اپنے مضامین میں فلکی حساب کے معتبر ہونے کی رائے اختیار کی، اور اس پر ہونے والے اعتراضات رد کیے، پھر اپنی تفسیر المنار (۱۱) میں نماز، روزے، حج اور عیدین کے اوقات وایام کی تعیین اور قطعی فلکی حساب کے اعتبار کے موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی، اس مقام پر انہوں نے یہ بھی لکھا کہ "میں نے المنار کی ۲۸ ویں جلد کے پہلے شمارہ میں ایک طویل مقالہ شائع کیا تھا، جس میں اس موضوع کی صحیح احادیث کی تشریح کی تھی، فقہا کے اقوال ذکر کئے تھے، مختلف علاقوں کے اس سلسلہ میں معمول بہ طریقوں کا تذکرہ کیا تھا، اور پھر ان سب کا خلاصہ مندرجہ ذیل پانچ نکات میں درج کیا تھا:

رمضان وشوال کے آغاز کا معاملہ پنج وقتہ نمازوں کے ثبوت جیسا ہی ہے، شارع نے نمازوں کے اوقات اور مہینوں کے آغاز کو ایسے امور سے وابستہ کیا ہے جن کا علم شہر و دیہات ہر جگہ

۷- حاشیہ ابن عابدین: ۲/ ۱۹۲، رسائل ابن عابدین: ۲۲۳۔

۸- الاحکام لابن دقیق العید: ۲/ ۸۔

۹- حوالۂ بالا۔

۱۰- العذب الزلال، ص: ۱۷۴۔

۱۱- ۲/ ۱۸۹۔۱۸۵۔

آسانی سے ہوسکتا ہے، اس کی حکمت بھی پیچھے گزر چکی ہے، اور اس سے شارع کو مقصود صرف ان اوقات کا علم ہے، شارع نے چاند نکلنے کے عمل کو الخیط الابیض کی طلوع صبح صادق کے وقت الخیط الاسود سے تمیز کو، زوال آفتاب کو، ہر چیز کے سایہ کو اس کے مثل (یا اس کے دو مثل) ہونے کو یا غروب آفتاب کو یا غیبوبتِ شفق کو دیکھنے کو عبادت قرار نہیں دیا ہے، یعنی شارع کو اصل مقصود عبادت کے ان اوقات کا علم ہے، آں حضرتؐ نے مہینہ کے آغاز یا عدت کی تکمیل کو رویت ہلال سے اس لئے مشروط کیا تھا کہ آپؐ کے عہد میں امت ان علوم سے واقف نہیں تھی، اور آپؐ کی بعثت کا مقصد اس ''امیت'' کا خاتمہ تھا نہ کہ امت کو اس میں مبتلا رکھنا یا کرنا، جیسا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ''**ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین**'' (جمعہ:۲) (وہ ہی ہے جس نے امیوں میں ان میں ہی سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگر چہ وہ پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے)۔

پھر شیخ محمد نجیب المطیعی (مفتی احناف) نے اس موضوع پر لکھی گئی اکثر تحریروں کا مطالعہ کر کے اس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب ۱۹۳۳ء میں تصنیف کی، اور اس کا نام رکھا: ''**ارشاد أھل الملۃ الیٰ اثبات الأھلۃ**'' پھر حافظ ابن صدیق الغماری نے ۱۹۵۳ء میں ''**توجیہ الأنظار لتوحید المسلمین فی الصوم والافطار**'' تصنیف کی، پھر شیخ احمد محمد شاکر نے اپنا رسالہ ''**أوائل الشھور العربیۃ، ھل یجوز اثباتھا بالحساب الفلکی**'' ۱۹۳۹ء میں تحریر کیا، اور اس میں انہوں نے لکھا کہ: ''اس حقیقت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ اسلام سے پہلے اور اسلام کے عہد اولیں میں عرب فلکی علوم کا گہرا علم نہیں رکھتے تھے، وہ امی تھے، لکھنے اور حساب کتاب سے ناواقف تھے، اگر کوئی کچھ جانتا بھی تھا تو بس مبادیات اور چند ابتدائی درجہ کی معلومات تک ہی اس کی رسائی تھی، اور یہ رسائی بس ذاتی مشاہدہ اور سنی سنائی باتوں کے ذریعہ ہوتی تھی، اس کی بنیاد ریاضی کے قواعد یا ایسے قطعی دلائل پر نہیں ہوتی تھی جو یقینی امور پر قائم ہوں،

اسی لئے آں حضرتؐ نے عبادات کے لئے مہینہ کے آغاز کا معاملہ ایسے قطعی امر پر رکھا تھا جو ان میں سے ہر ایک یا اکثر کے بس میں تھا، یعنی آنکھ سے چاند کی رویت، عبادات وشعائر کے اوقات کے سلسلے میں یہ زیادہ صحیح اور محفوظ طریقہ تھا، اور وہ اس کے ذریعہ اپنی استطاعت کے مطابق یقین تک پہنچ سکتے تھے، اور اللہ کسی کو اس کی استطاعت سے زیادہ کا مکلّف نہیں کرتا ہے۔

اس وقت یہ بات حکمتِ شارع کے موافق نہ ہوتی کہ چاند کے ثبوت کے لئے فلکی حساب کو مناط بنا دیا جائے حالانکہ ان کے شہروں میں اس علم کو جاننے والے نہ تھے اور دیہات تک شہر کی خبریں بھی جلد پہنچنا کوئی یقینی امر نہ تھا، اگر اللہ تعالیٰ ان کو فلکی حساب کے مطابق مہینوں کی تعیین کا حکم دیتا تو انہیں مشقت میں مبتلا کر دیتا، دیہات میں آباد مسلمانوں کو اس کا علم ہی نہیں تھا، اگر تھا تو بس سنا سنایا تھا اور شہر میں آباد کچھ مسلمان اس کا جو علم رکھتے تھے وہ بھی یقینی اور قطعی درجہ کا نہیں، بلکہ ان ماہرین حساب کی تقلید ہی کرتے تھے جن میں اکثر یا سب اہل کتاب ہوتے تھے۔

پھر مسلمانوں نے دنیا فتح کی، علوم میں اقوامِ عالم کی قیادت کی، ان کو نئی ترقیوں سے ہم کنار کیا، پیش رووں کے علوم کا ترجمہ کیا، ان میں درک حاصل کیا، ان کے پوشیدہ ذخیروں سے پردہ اٹھایا اور بعد والوں کے لئے انہیں محفوظ کیا، یہی کام مسلمانوں نے علم فلکیات وہیئت کی بابت بھی کیا۔

اکثر فقہاء ومحدثین علم فلکیات سے ناواقف تھے، یا اگر واقف تھے تو بس اس کی بعض مبادیات سے، ان میں کچھ بلکہ اکثر اس علم کے ماہرین کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اس علم سے اشتغال رکھنے والے کو زیغ وضلال اور بدعت میں مبتلا سمجھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ ان علوم کے ذریعہ ان کے ماہرین علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں، اور بعض نے واقعی ایسا کیا بھی تھا، ایسے مدعیوں نے اپنے ساتھ اور اپنے علم کے ساتھ ظلم کیا تھا، فقہا معذور تھے، جو فقہا اور علما ان علوم کو جانتے بھی تھے وہ دین وفقہ کی نگاہ میں ان علوم کی صحیح نوعیت بیان نہیں کر پاتے تھے، ڈرتے ڈرتے اشاروں میں کچھ کہہ دیتے تھے۔

یہ صورت حال اس لئے تھی کہ یہ کائناتی علوم مسلمانوں میں دینی علوم یا بعض اور علوم کی طرح عام نہیں تھے، اور ان کے قواعد علما کے نزدیک قطعی الثبوت بھی نہیں تھے۔

یہ عظیم شریعت دائمی ہے، تا آنکہ اللہ تعالیٰ ہی اس دنیا کے خاتمہ کا حکم نہ دے دے، یہ ہر زمانہ اور تمام امت کے لئے نازل کی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم کتاب وسنت میں مستقبل میں پیش آنے والے امور کی بابت دقیق اشارے موجود پاتے ہیں، جب یہ امور وجود میں آتے ہیں تب ان کی صحیح تشریح کی جا پاتی ہے، جب کہ متقدمین ان کی تشریح غیر حقیقی کرتے تھے۔

صحیح حدیث میں اس زیر غور مسئلہ کی بابت بھی اشارہ ہے، امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم امی امت ہیں، حساب کتاب سے ناواقف ہیں، مہینہ اتنے اور اتنے دنوں کا ہوتا ہے ....'' یعنی کبھی ۲۹ کا اور کبھی ۳۰ کا، (صحیح بخاری: کتاب الصوم)، امام مالک نے مؤطا (۱/ ۲۶۹) میں اور امام بخاری وامام مسلم نے اپنی صحیحین میں اور دیگر ائمہ نے اپنی کتابوں میں یہ حدیث ان الفاظ میں بیان کی ہے: ''مہینہ انتیس دنوں کا ہوتا ہے، اس لیے چاند دیکھے بغیر ماہ رمضان کا آغاز یا اختتام نہ کرو، اور انتیس تاریخ کو بادل آ جائیں تو تیس دن کا مہینہ مان لو''۔ ہمارے علمائے متقدمین نے اس حدیث کے معنیٰ تو صحیح بیان کئے ہیں، لیکن اس کی تاویل میں غلطی کر دی ہے.......... یہ معنیٰ تو صحیح ہیں کہ اصل اعتبار رویت کا ہے حساب کا نہیں، لیکن یہ تاویل غلط ہے کہ ان علوم کے ماہرین امت میں پائے جانے لگیں تو بھی رمضان کا آغاز واختتام تنہا رویت کی بنیاد پر ہی کیا جاتا رہے گا، اس لئے کہ تنہا رویت پر اعتماد کے حکم کی منصوص علت یہ بیان کی گئی ہے کہ ''امت امی ہے، حساب وکتاب سے ناآشنا ہے''، اور علت پر مبنی حکم کا وجود وعدم وجود علت کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے، پس جب امت امیت کی حالت میں نہ رہے، اور حساب کتاب والی ہو جائے، یعنی اس میں ان علوم کے واقف حضرات پائے جانے لگیں اور لوگ (عوام وخواص) مہینہ کے آغاز کے سلسلے میں یقین وقطعیت تک پہنچ سکیں، اور اس حساب پر رویت کے برابر یا اس سے زیادہ اعتماد کر سکتے ہوں، یہ ان کا عمومی حال ہو، اور امیت کی کیفیت ختم ہو جائے تو قطعی یقین پر اعتماد

اور چاند کے سلسلے میں تنہا حساب کا اعتبار واجب ہوگا، اور رویت کا سہارا لینے کی گنجائش تبھی ہوگی جب اس کا علم نہ ہو، مثلاً دیہات میں آباد مسلمان، کہ جن تک ماہرین فلکیات سے صحیح باتیں نہ پہنچ سکیں۔

جو علت حساب کے عدم اعتبار کی تھی اس کے خاتمہ کی وجہ سے جب حساب پر اعتماد لازم ہو گیا تو چاند کے حقیقی حساب کا اعتبار کرنا اور امکان رویت وعدم امکانِ رویت سے مکمل صرف نظر کرنا بھی لازم ہوا، پس مہینہ کا حقیقی پہلا دن وہ ہوگا جس دن'' ہلال'' (قران کے بعد کا چاند) پہلی مرتبہ غروبِ آفتاب کے بعد غروب ہو، خواہ ایک لمحہ کے بعد ہی غروب ہو.........''، اس کے بعد شیخ رشید رضا نے ابوالعباس احمد بن سریج کا قول نقل کیا ہے اور پھر لکھا ہے کہ: '' میری رائے کا حاصل یہ ہے کہ دقیق وقابل اعتماد حساب پر اعتبار سب لوگ کریں، اس لئے کہ عصر حاضر میں خبروں کا ہر جگہ پہنچنا بہت آسان ہو گیا ہے، اور رویت پر اعتماد بس وہی تھوڑے سے لوگ کریں جن کے پاس خبر نہ پہنچ سکے اور جو فلکیات نیز چانداور سورج کی منازل کے کسی معتبر ماہر کو نہ پائیں، میرے نزدیک میرا یہ قول صحیح ترین ہے، فقہ سلیم اور اس باب میں وارد احادیث کے صحیح فہم سے سب سے زیادہ ہم آہنگ ہے (۱۲)۔

شیخ رشید رضا مصری نے جس رائے کا اظہار کیا ہے وہی شیخ محمد طاہر ابن عاشور اور شیخ علال فاسی کی بھی رائے ہے، شیخ محمد علی سایس نے بھی اپنے مقالہ '' توحید بدایۃ الشہور القمریۃ'' (۱۳) میں یہی رائے اختیار کی ہے، معاصر علما کی بڑی تعداد نے بھی اسی رائے کی تائید کی ہے، مثلاً ڈاکٹر محمد فتحی درینی، شیخ مصطفیٰ زرقا، شیخ یوسف القرضاوی، شیخ مصطفیٰ تازری، ڈاکٹر عبدالسلام عبادی، شیخ محمد مختار سلامی، شیخ عبدالستار ابوعذہ، شیخ کمال جعیط، ڈاکٹر عبدالعزیز خیاط۔ (۱۴)

۱۲- رسالہ " أوائل الشهور العربية ''ص: ۷-۱۷ ''مطبوعہ مکتبہ ابن تیمیہ۔

۱۳- ذ مطبوعہ مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی الدولی، شمارہ: ۳، جلد دوم، ص: ۹۲۵-۹۶۹۔

۱۴- ذ زیر نظر مسئلہ کی بابت ان حضرات کے مقالات وآراء کے لئے ملاحظہ ہو: مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی الدولی، شمارہ ۳، جلد دوم، ص: ۹۷۳-۱۰۸۲، نیز اسلام آن لائن (ویب سائٹ) پر محمد شوکت عودہ، بثینہ اسامہ اور عبدالرحمان الحاج کے مقالات۔

دلائل، تجزیہ وترجیح:

الف: ان حضرات کے دلائل جو یہ کہتے ہیں کہ رویت پر اعتماد لازمی ہے، فلکی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے لیکن چاند کی بابت شرعی حکم رویت کی بنیاد پر ہی لگایا جائے گا، کہ رویت ہی اس سلسلہ میں اصل ہے، ان حضرات نے کتاب وسنت اور اجماع سے استدلال کیا ہے۔

اول: قرآنی دلیل، آیت قرآنی: " **فمن شهد منكم الشهر فليصمه** " (بقرہ: ۱۸۵)، آں حضرتؐ نے " **شهد** " کی تفسیر رویت سے ہی کی ہے، جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے (آگے یہ حدیثیں درج کی جائیں گی)، ابن قدامہ کہتے ہیں (۱۵)، اگر چاند شعبان کی انتیس تاریخ کو نظر آجائے تو بلا اختلاف روزہ فرض ہوگا، اس لئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: "**فمن شهد منكم الشهر فليصمه**" (بقرہ:۱۸۵) (جو رمضان کا مہینہ پائے وہ روزے رکھے)، لیکن اس استدلال پر اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ "شهد" کے معنیٰ رویت ہی نہیں ہیں، بلکہ بظاہر یہ لفظ اس کے مقابلہ زیادہ عام ہے، یعنی اس مہینہ میں کسی کا ہونا، اور مہینہ کا ثبوت رویت سے ہو یا کسی اور طریقہ سے، یہ معنی پائے جائیں گے، بلکہ بظاہر اس لفظ سے رویت ہی میں محدود نہ ہونے کی بات معلوم ہوتی ہے، یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو رمضان کا مہینہ پائے اور اسے رمضان کی آمد کا علم ویقین ہوجائے تو اس پر روزہ رکھنا فرض ہوگا، اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر رویت نہ ہوتو تب بھی ۳۰ دنوں کی تکمیل پر رمضان یا شوال کا آغاز مان لیا جاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جن احادیث میں چاند دیکھ کر روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ نہیں بتاتی ہیں کہ " **شهد**" کے معنیٰ دیکھنے کے ہیں، بلکہ وہ تو یہ بتاتی ہیں کہ مہینہ کا ثبوت رویت سے ہوتا ہے، اور اس بابت کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۱۵- المغنی، از ابن قدامہ۔

دوم: حدیث نبوی: وہ صحیح ومشہور حدیث جسے متواتر کہا جاتا ہے اور جو وضاحت کے ساتھ یہ بتاتی ہے کہ رمضان وشوال کے آغاز کا ثبوت رویت ہلال سے ہی ہوتا ہے، یہ حدیث متعدد الفاظ میں متعدد صحابہ سے منقول ہے، یہ حضرات ہیں: حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس ، حضرت ابن عمر، حضرت حذیفہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن مسعود، حضرت جابر، حضرت براء بن عازب، حضرت رافع بن خدیج، حضرت طلق بن علی، حضرت ابوبکرہ، حضرت سمرہ، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہم اجمعین، ان صحابہ کرام سے یہ حدیث تابعین کی ایک جماعت نے نقل کی ہے (۱۶)۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیثیں امام بخاری وامام مسلم نے نقل کی ہیں، حضرت ابن عباس کی حدیث امام مسلم نے نقل کی ہے، بقیہ احادیث اصحاب سنن ومسانید کی نقل کردہ ہیں (۱۷)، ان احادیث میں سے ہم چند حدیثیں یہاں نقل کر رہے ہیں، ان سے مقصود پر دلالت ہو جاتی ہے:

الف۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم ودیگر کتب حدیث میں منقول حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم چاند دیکھ لو تو روزے رکھو اور جب چاند دیکھ لو تو عید الفطر مناؤ، اور اگر ۲۹ ویں تاریخ کو بادل ہوں تو تیس دن روزے رکھو''۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم وسنن نسائی۔ (۱۸)

اسی حدیث کے یہ الفاظ بھی مروی ہیں: ''چاند دیکھ کر روزے رکھو، چاند دیکھ کر عید الفطر کرو، اور اگر ۲۹ کو مطلع ابر آلود ہو جائے تو تعداد مکمل کرلو''۔ (۱۹)

۱۶- ملاحظہ ہو ڈاکٹر ابوبکر بن زید کا مقالہ، مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی، شمارہ: ۳، جلد دوم، ص: ۸۱۸۔

۱۷- ان احادیث کے لئے ملاحظہ ہوں: کتب صحاح، سنن ومسانید، بالخصوص: جامع الاصول: ۶/۲۶۵-۲۷۱، کنز العمال: ۸/۴۸۵-۴۹۳، ارواء الغلیل: ۴/۲-۱۴۔

۱۸- صحیح بخاری: کتاب الصیام، حدیث نمبر: ۱۹۰۹، ملاحظہ ہو فتح الباری: ۴/۱۱۹، مسلم حدیث نمبر: ۱۰۸۱۔

۱۹- صحیح بخاری: ۱۹۰۹۔

نسائی کے الفاظ ہیں: ’’پھر تیس دن مکمل کرو‘‘۔

نسائی ہی میں ہے: ’’مہینہ انتیس یا تیس دن کا ہوتا ہے، جب چاند دیکھ لو تو روزے رکھو، اور جب چاند دیکھ لو تو عید الفطر کرو، اگر بادل آجائیں تو تعداد مکمل کرو‘‘۔ (۲۰)

ب۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب چاند دیکھ لو تو روزے رکھو، جب چاند دیکھ لو تو عید الفطر کرو، اگر بادل چھا جائیں تو تیس دن مکمل کر لو‘‘۔

مسلم کے الفاظ ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا تذکرہ کرتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ’’مہینہ اتنے دن کا ہوتا ہے، دو مرتبہ آپ نے دسوں انگلیاں دکھائیں اور تیسری مرتبہ میں ایک انگوٹھا بند کر لیا، چاند دیکھ کر روزہ رکھو، چاند دیکھ کر عید الفطر مناؤ، اگر بادل آجائیں تو تیس دن کا مہینہ مانو‘‘۔

بقیہ روایات کے الفاظ بھی یہی ہیں۔

ان احادیث سے جن حضرات نے استدلال کیا ہے وہ اس کی تشریح اور اس سے اپنے استدلال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ شریعت نے مہینہ کے آغاز کی علامت صرف نئے چاند کو ہی قرار دیا ہے، اس کے علاوہ آغاز مہینہ کی کوئی اور ظاہری علامت نہیں ہے، اور شریعت کی نگاہ میں مہینہ ۲۹ دن سے کم اور تیس دن سے زیادہ کا نہیں ہوتا ہے۔

۲۔ مہینہ کا آغاز یقین کی ہی بنیاد پر کیا جاتا ہے، مخصوص اوقات سے متعلق عبادتوں کی بابت یہ عام قاعدہ ہے کہ بغیر یقین کامل کے ان کا وقت معتبر نہیں ہوتا ہے، اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عبادات کے اسباب ایسی یقینی علامتوں اور ایسے یقینی کائناتی اصولوں کو بنایا ہے کہ جن میں بندوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے، اور ان کے علم میں تمام مخلوق یکساں ہوتی ہے، ایسا

۲۰۔ ملاحظہ ہو فتح الباری: ۴/ ۱۱۹۔ ۱۲۴، مسلم مع شرح النووی: ۷/ ۱۹۳۔

شریعت کے اصول تیسیر ورفع حرج کی وجہ سے ہے۔

۳۔ گزشتہ سطروں میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شریعت نے چاند سے وابستہ تعبدی احکام کو رویت ہلال یا ۳۰ دنوں کی تکمیل سے وابستہ کیا ہے، ایسا مندرجہ ذیل حکمتوں کے تحت ہے:

(الف) سہولت

(ب) غلطی کا عدم امکان

(ج) فلکی حساب جیسے دیگر امور میں خطا کا امکان ہوتا ہے، بلکہ اس میں خطا ہی اصل ہے، نیز وہ عوام الناس کے لئے سہل بھی نہیں ہے۔

(د) رویت ہلال وتیس دنوں کی تکمیل سے یقین حاصل ہوتا ہے، اس لئے کہ شریعت نے مہینہ کی ابتدا کی بنیاد حقیقتاً چاند کے وجود کو بنایا ہے، نہ کہ اس کے وجود کے اندازہ کو، اور اس کا حقیقی وجود آنکھ کی رویت یا تیس دنوں کی تکمیل سے ہی عبارت ہے (۲۱)، امام عبدالبر نے مذکورہ بالا احادیث سے استدلال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے،:" جان لو کہ احکام غیر مشکوک یقین سے ہی واجب ہوتے ہیں، فقہ کا یہ ایک عظیم اصول ہے، کہ انسان اپنی یقینی حالت کو اس وقت تک ترک نہ کرے جب تک اسے حالت کی تبدیلی کا یقینی علم حاصل نہ ہو جائے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد:" اگر بدلی چھا جائے تو مہینہ کو مکمل تیس دن کا کرو" کا تقاضہ یہی ہے کہ ایسی صورت میں روزوں سے پہلے شعبان کو تیس دن کا مانا جائے، اور رمضان کو بھی ایسی صورت میں تیس دن کا ہی مانا جائے.........."۔(۲۲)

۲۱- ملاحظہ ہو: ڈاکٹر بکر بن عبداللہ ابوزید کا مذکورہ بالا مقالہ، ص: ۸۲۰-۸۲۲ اور اوپر مذکور دیگر مراجع۔

۲۲- فتح الباری۔

۴۔ احادیث بتاتی ہیں کہ یقین کی مذکورہ نوعیت مذکورہ بالا دوصورتوں میں ہی حاصل ہوتی ہے:

الف۔ بعض احادیث واضح طور پر بتاتی ہیں کہ رویت یا بصورت دیگر ۳۰ دنوں کی تکمیل پر ہی رمضان کا آغاز واختتام ہوتا ہے، مثلاً یہ حدیث کہ ''جب تم چاند دیکھ لوتو روزے رکھو اور جب چاند دیکھ لو تو عید الفطر مناؤ، اور اگر ۲۹ ویں تاریخ کو بادل ہوں تو مہینہ کو مکمل تیس دن کا مانو''۔

ب۔ بعض احادیث واضح طور پر بتاتی ہیں کہ رویت سے یا بصورت دیگر تیس دنوں کی تکمیل سے پہلے روزے رکھنا یا عید الفطر منانا حرام ہے، مثلاً یہ حدیث کہ: ''جب تک چاند نہ دیکھ لو روزے نہ رکھو، اور جب تک چاند نہ دیکھ لو عید الفطر نہ مناؤ، اور اگر انتیس تاریخ کو بادل ہوں تو مہینہ کو مکمل دن کا مانو''۔(۲۳)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ان حضرات کی نگاہ میں رویت یا تیس دنوں کی تکمیل ہی سبب ہے، ان احادیث میں کوئی دلیل فلکی حساب کو بنیاد بنانے کی نہیں ہے، بلکہ یقینی رویت یا تیس دنوں کی تکمیل جیسے یقینی امر پر حکم کو معلق کرنے سے فلکی حساب یا کسی اور سبب پر حکم کی بنیاد رکھنے کی نفی ہوجاتی ہے۔(۲۴)

سوم: اجماع، مسالک اربعہ کے ائمہ اور دیگر فقہا کا اس بابت اتفاق ہے، اور جیسا کہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے صحابہ کے درمیان اس مسئلہ کی بابت کوئی اختلاف نہیں تھا۔(۲۵)

امام شافعی سے اس سلسلے میں جو اختلاف منقول ہے اس کو اس رائے کے حاملین غلط نسبت بتاتے ہیں، مطرف بن عبداللہ کی جانب بھی اس رائے سے اختلاف کی نسبت کو یہ حضرات غلط بتاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ محمد بن مقاتل رازی ضعیف ہیں اور ابن قتیبہ فقیہ نہیں ہیں۔

۲۳- پیچھے مذکورہ حدیثی مراجع۔

۲۴- بکر ابوزید، ص: ۸۲۲، مجلۃ المجمع، شمارہ: ۳، جلد دوم، ص: ۸۱۷-۱۰۲۹، مقالات وملاحظات۔

۲۵- ملاحظہ ہو: مجموع الفتاوی: ۲۵/ ۱۸۲، فتح الباری: ۴/ ۱۲۳۔

ان حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر ان معدودے چند حضرات کا اختلاف ثابت بھی جائے تو وہ قرونِ اولیٰ کے ثابت اجماع پر اثر انداز نہ ہوگا (۲۶)۔ لیکن ان دعووں میں تکلف بالکل واضح ہے، اس لئے کہ عہد تابعین کے چند حضرات کا اختلاف ثابت ہے، جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

چھارم: فلکی حساب ظنی ہے یقینی نہیں ہے: ان حضرات کا ایک استدلال یہ بھی ہے کہ فلکی حساب ظنی ہے، یقینی نہیں ہے، اس لئے کہ بار بار ایسا ہوا کہ فلکی حساب کی رو سے رویت کی نفی کی گئی اور اس کے باوجود لوگوں نے چاند دیکھا، اور رمضان یا شوال کے عید الفطر کے فیصلے کئے گئے، ڈاکٹر بکر ابو زید لکھتے ہیں: ''مثلاً ۱۴۰۶ھ میں ماہرین فلکیات نے اخبارات میں یہ اعلان شائع کیا کہ رمضان کی تیسویں شب (یعنی ۲۹ر رمضان کے افطار کے بعد) رویت ہلال ناممکن ہے، لیکن پھر سعودی عرب کے مختلف علاقوں میں بیس لوگوں نے رویت ہلال کی گواہی دی، اور بہت سے دیگر مسلم ممالک میں بھی دیکھا گیا، یہ اس بات کی مادی دلیل ہے کہ اس سلسلہ میں معاصر فلکی نتائج ظنی اور ضعیف ہیں''۔ (۲۷)

نیز فلکی حساب پر اعتماد کرنے والی باہم مختلف جنتریاں بھی فلکی حساب کے ظنی اور ضعیف ہونے کی ہی ایک اور دلیل ہیں۔

پنجم: فلکی حساب پر اعتماد شریعت سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

ڈاکٹر بکر ابو زید جو کہ فلکی حساب پر اعتماد کے شدید مخالفین میں سے ہیں لکھتے ہیں: فلکی حساب کئی اعتبارات سے شریعت سے مخالف ہے:

الف۔ ماہرین فلکیات کے نزدیک مہینہ اس مدت سے عبارت ہے جو سورج اور چاند کے ایک لائن میں دو مرتبہ آنے کے درمیان پائی جاتی ہے، یہ مدت ان کے

۲۶- ڈاکٹر بکر ابو زید، حوالۂ بالا، ص: ۸۲۴-۸۵۵۔

۲۷- حوالۂ بالا، ص: ۸۳۶۔

نزدیک ۲۹ دن، ۱۲ گھنٹے اور ۴۴ منٹ ہے، ماہرین فلکیات کے نزدیک یہ مہینہ کی حقیقت ومقدار ہے، جب کہ مہینہ کی شرعی حقیقت غروب آفتاب کے بعد پہلی مرتبہ اس کا دکھنا ہے، ابن رشد اور دیگر حضرات نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، اور قمری شرعی مہینہ کی مقدار ۲۹ دن یا تیس دن ہے۔

اس سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:

۱۔ ماہرین فلکیات کے نزدیک مہینہ کا آغاز شرعی اعتبار سے مہینہ کے آغاز سے پہلے ہوجاتا ہے ، اور نتیجتاً مہینہ کا اختتام بھی شرعی اعتبار سے مہینہ کے اختتام سے پہلے ہوجاتا ہے۔

۲۔ ماہرین فلکیات کے نزدیک مہینہ کی مدت دن، گھنٹوں اور منٹوں میں طے شدہ ہے، جب کہ شریعت کی نگاہ میں مہینہ ۲۹ یا تیس دن کا ہوتا ہے۔

۳۔ ان کے نزدیک مہینہ کا آغاز چاند کی پیدائش کے اندازے سے ہوجاتا ہے، جب کہ شریعت میں مہینہ کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب مہینہ کا آغاز حقیقتاً ہوجائے۔

۴۔ ماہرین فلکیات کے نزدیک مہینہ کا آغاز دن یا رات کے اس لمحہ میں ہوتا ہے جب قِران ہوتا ہے، جب کہ شریعت کی نگاہ میں مہینہ گزشتہ مہینہ کے آخری دن کے غروب آفتاب کے بعد سے شروع ہوجاتا ہے۔(۲۸)

دوسرے پہلو سے دیکھیں تو شریعت نے مہینہ کے آغاز کی بنیاد ایک طبعی امر کو بنایا ہے، جسے نگاہوں سے دیکھا جاسکتا ہے، اس طرح کوئی آدمی دینی گمراہی کا شکار نہیں ہوسکتا، اور اس کی رعایت اس کی کسی مصلحت میں حارج نہیں ہوتی، نیز اس میں سہولت اور رفع حرج کا بھی پہلو ہے، جب کہ فلکی حساب کی بنیاد پر مہینہ کے آغاز کی تعیین میں یہ محاسن نہیں ہیں۔(۲۹)

اس سلسلہ میں ان حضرات نے حضرت ابن عمر کی اس روایت سے استدلال کیا ہے

۲۸- مصادر مذکورہ بالا، بالخصوص ڈاکٹر بکر ابوزید کا محولہ بالا مقالہ، ص: ۸۳۹-۸۳۵۔

۲۹- ملاحظہ ہو: مجموع الفتاوی، لابن تیمیہ: ۲۵/ ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۳۹-۱۴۱۔

جس میں آں حضرتؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے: ''ہم امی امت ہیں، جو حساب کتاب سے نابلد ہے، مہینہ اتنے، اتنے اور اتنے دن کا ہوتا ہے یعنی تیس دن''۔(۳۰)

اس حدیث سے استدلال اس طور پر ہے کہ اس سے مہینہ کے آغاز کا علم حاصل کرنے کے لئے فلکی حساب کی ممانعت کی گئی ہے اور اسے مذموم قرار دیا گیا ہے، اور جب وہ منہی عنہ ہے تو پھر اس سے رمضان اور عید الفطر کی تعیین نہیں ہو سکتی۔

محل اختلاف کی تعیین:

ماضی کے ہمارے جمہور فقہا نے فلکی حساب پر اعتماد کرنے کو جو غلط قرار دیا ہے، جب ہم اس پر گہرائی کے ساتھ غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ موقف ظنی و تخمینی باتوں یا اس علم فلکیات کی بابت تھا جو غیر قطعی بنیادوں پر قائم تھا، یا جس کے ماہرین اندازوں اور چند ایسی علامتوں کی بنیاد پر نتیجے اخذ کرتے تھے جو انہیں صحیح محسوس ہوتی تھیں۔ ماضی کے ہمارے جمہور فقہا کا یہ موقف اس علم فلکیات کی بابت نہیں تھا جو حقیقی مشاہدہ پر مبنی ہے، اور جس میں چاند کی ولادت سے لے کر اس کے پورے چکر میں اس کی کیفیات کے مشاہدہ کی بنیاد پر کچھ کہا جاتا ہے۔ معاصر علم فلکیات میں رویت ہلال ان آلات کے ذریعہ ہوتی ہے جو دور کو قریب اور چھوٹے کو بڑا کر کے دکھا دیتی ہے۔ اس لئے ماضی کے ظن و تخمین کی بابت فقہی موقف یقینی و قطعی مشاہدہ پر مبنی علم کی بابت نہیں اختیار کرنا چاہئے۔

یعنی ہمارے سامنے دو امور ہیں، اگر یہ ثابت ہو جائیں تو پھر نتیجہ بھی بلاشبہ ثابت ہو جائے گا، یہ دو امور ہیں:

۱۔ ہمارے قدیم فقہا اور چند معاصر علما کا موقف ظن و تخمین اور محض تاروں سے واقفیت کی بابت ہے، اس کی دلیل ان کی مندرجہ ذیل عبارتیں ہیں:

۳۰- بخاری، کتاب الصوم، حدیث نمبر: ۱۹۱۳، مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۸۰۔

فقہ حنفی کی کتاب فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ''کیا علم نجوم کے قابل اعتماد ماہرین کے قول کا اعتبار کیا جائے گا؟ صحیح جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں کیا جائیگا'' (۳۱)، معراج الدرایہ شرح ہدایہ میں ہے: ''نجومی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے حساب کے مطابق عمل کرے''، حاشیہ ابن عابدین میں بھی یہی لکھا گیا ہے (۳۲)۔

فقہ مالکی میں ابن عرفہ لکھتے ہیں: ''مجھے علم نہیں کہ امام مالک نے نجومی کے قول کا اعتبار کیا ہو'' (۳۳)، قاضی عبدالوہاب لکھتے ہیں: ''ان کے علاوہ کسی اور نے بھی رمضان کے آغاز کے سلسلے میں نجومیوں کے قول کا اعتبار نہیں کیا ہے'' (۳۴)، مختصر خلیل میں ہے: ''نجومی کے قول سے رمضان کا آغاز نہیں ہوجاتا''، ابن حاجب کہتے ہیں: ''نجومیوں کے حساب پر توجہ نہیں دی جاسکتی ہے، اگرچہ بعض بغدادی فقہا کا رجحان اس کی جانب ہے'' (۳۵)۔ باجی نے ''امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ حساب کی بنیاد پر رمضان یا شوال کا آغاز نہیں کرتے تھے'' (۳۶)، قرطبی نے بھی ایسا ہی قول نقل کیا ہے (۳۷)۔

فقہ شافعی کی کتاب المنہاج میں ہے ''لا بقول منجم'' ابن حجر نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: ''روزہ نجومی کے قول سے شروع نہیں ہوتا ہے، اور نجومی اس شخص کو کہتے ہیں جو چاند کی منزلوں پر اعتماد کرتا ہے اور اس کی گردش کا اندازہ کرتا ہے'' (۳۸)۔

حنابلہ کے یہاں بھی اس کی صراحت ملتی ہے، بہوتی وغیرہ نے ایسا ہی لکھا ہے (۳۹)، بلکہ ابن تیمیہ نے تو اس کی اور واضح انداز میں صراحت کی ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ: ''.............رویت ہلال کا کوئی رائج طریقہ سوائے آنکھ سے دیکھنے کے نہیں ہے، نجومیوں نے

۳۱- فتاویٰ ہندیہ۔
۳۲- حاشیہ ابن عابدین: ۲/ ۹۳۔
۳۳- حاشیہ الدسوقی مع الشرح الکبیر۔
۳۴- حوالہ بالا۔
۳۵- الشرح الکبیر: ۱/ ۴۶۲۔
۳۶- المنتقیٰ: ۲/ ۳۸۔
۳۷- الجامع الأحکام القرآن: ۲/ ۲۹۳۔
۳۸- تحفۃ المحتاج، اسنی المطالب: ۱/ ۴۳۔
۳۹- کشاف القناع: ۲/ ۳۰۲۔

چاند کی گردش کو مکمل طور پر اس طرح منضبط نہیں کیا ہے، کہ وہ بالکل حتمی ہو، ان کا طریقۂ کار بس تقریبی ہے''(۴۰)۔انہوں نے مزید لکھا ہے کہ:''ماہرین ہیئت جانتے ہیں کہ رویت کسی حسابی طریقہ سے منضبط نہیں ہے''(۴۱) یعنی ابن تیمیہ نے اعتراض بس اس بات پر کیا ہے کہ نجومیوں کا حساب قطعی و منضبط نہیں ہے۔

شارحین حدیث نے بھی یہ لکھا ہے کہ حساب پر اعتماد نہ کرنے کا سبب یا تو یہ ہے کہ یہ حساب بالکل حتمی نہیں ہے، یا پھر یہ کہ اس میں لوگوں کے لئے زحمت ہے، امام نووی نے اپنی شرح مسلم میں امام مازری سے نقل کیا ہے کہ:''جمہور فقہاء نے ارشاد نبوی: فاقدروله (حوالہ گزر چکا ہے)، کا مطلب تیس دنوں کی تکمیل کو ہی بتلایا ہے، جیسا کہ ایک اور حدیث میں وضاحت کی گئی ہے، اس سے مراد نجومیوں کا حساب نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ اگر لوگوں کو اس کا مکلّف بنایا گیا تو لوگ پریشانی میں پڑ جائیں گے، اس لئے کہ اس علم کو تو چند ہی افراد جانتے ہیں، اور مہینہ کی پہچان ایسے طریقے پر ہونی چاہئے جس طریقہ سے اسے اکثر لوگ جان سکیں''(۴۲)۔

معاصر علما میں سے ڈاکٹر بکر ابوزید کا ابھی تک گمان یہی ہے، انہوں نے بہت قطعیت کے ساتھ لکھا ہے:''اس طریقۂ کار کے مفید یقین ہونے کی کوئی پکی دلیل ہمارے پاس نہیں ہے، بس کچھ ماہرین فلکیات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا حساب قطعی ہے، اور آگے درج کئے جا رہے دلائل ان کے اس دعوے کو رد کرتے ہیں، اور ان ماہرین فلکیات کی رائے کو تقویت پہنچاتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ فلکی حساب یقینی و حتمی نہیں ہے''، پھر انہوں نے اپنی نظر میں وہ دلائل ذکر کئے ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ حساب ایک تخمینی امر ہے، اور پھر لکھتے ہیں:''عصر حاضر کی دلیل جو یہ ثابت کرتی ہے کہ فلکی حساب تخمینی و اجتہادی ہے، اس میں غلطی کا امکان ہے، ماہرین فلکیات کے

۴۰- مجموع الفتاوی: ۲۵/ ۱۸۳۔

۴۱- ایضا: ۲۵/ ۲۰۷۔

۴۲- شرح مسلم: ۷/ ۱۷۹۔

اخبارات میں شائع ہونے والے فلکی حسابات کی روشنی میں''۔

اس طرح یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اکثر قدیم فقہا اور چند وہ معاصر علما جو علم فلکیات پر اعتماد کے خلاف ہیں یہی سمجھتے ہیں کہ یہ علم ظنی وتخمینی ہے، وہ اس علم فلکیات کی بابت گویا کہ کلام نہیں کرتے ہیں جو ترقی یافتہ آلات کی مدد سے حقیقتاً مشاہدہ کرتا ہے، لہذا یہ اختلاف ختم ہوجانا چاہئے، اور اگر بچتا ہے تو آگے ہم ان حضرات کی رائے کا جائزہ لیں گے۔

۲۔ معاصر علم فلکیات بہت ترقی یافتہ ہے، وہ صرف ظن وتخمین پر اعتماد نہیں کرتا ہے، بلکہ بہت گہرے مشاہدہ پر اور اس ترقی یافتہ ٹیکنالوجی پر اعتماد کرتا ہے جو چاند کی گردش کا قطعی علم دیتی ہے، تمام ماہرین فلکیات کی یہی رائے ہے، اور وہ اس سلسلہ میں "أهل الذكر" ہیں، یعنی ہمارے قدیم فقہا کا اختلاف اس بابت نہیں ہے۔ پھر بھی ہم راجح قول تک رسائی کے لئے اس موقف کے دلائل کا جائزہ لیں گے۔(۴۳)۔

ان دلائل کا مختصر جائزہ:

۱۔ آیت قرآنی سے استدلال کا جائزہ لیتے ہوئے ہم پیچھے لکھ آئے ہیں کہ" شهد'' کا لفظ رویت یا تیس دنوں کی تکمیل پر دلالت نہیں کرتا ہے، بلکہ آیت اس موقف کے حاملین کے خلاف حجت ہے۔جیسا کہ آگے آئے گا۔

۲۔ مذکورہ بالا احادیث کی کسی روایت یا لفظ سے اس فلکی حساب کے غیر معتبر ہونے کی دلیل نہیں ملتی جو چاند، تاروں اور سورج کی گردش کے مشاہدہ اور جدید سائنسی ٹیکنالوجی پر مبنی ہے، جس کے ذریعہ انسان چاند پر بھی پہنچ جاتا ہے، پس یہ علم یقینی ہے، لہٰذا یہ کسی نا قابل تغیر شرعی حکم کے خلاف نہیں ہوسکتا ہے، جب سائنس پر مبنی فلکی حساب رویت کی کیفیت، زمانہ اور مقام بتادے تو پھر کون سا شرعی امر اس میں حارج ومانع ہے؟ بالخصوص اس

۴۳- فتح الباری: ۴/۱۰۸-۱۰۹۔

صورت میں کہ ہمارے نزدیک وہ قول راجح ہے جس کے مطابق فلکی حساب کا کردار بس رویت کی نفی کے سلسلے میں ہے ثبوت کے سلسلے میں نہیں۔

اس موقع پر ہم محدث علامہ احمد شاکر کا قول نقل کر رہے ہیں، انہوں نے لکھا ہے: ''ہمارے علمائے متقدمین نے اس حدیث کی تشریح کی ہے، لیکن اس کی تاویل میں ان سے غلطی ہوئی ہے، ان علما میں سب سے بہتر بات ابن حجر نے کہی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ: یہاں مراد ستاروں کا حساب ہے، اور یہ لوگ اس حساب میں سے بہت کم سے ہی واقف ہیں'' (۴۴)

انہوں نے روزے وغیرہ کے حکم کو رویت پر معلق رفع حرج کی وجہ سے کیا ہے، کہ ستاروں کی گردش کا علم بہت مشکل ہے، روزے کے سلسلے میں یہ حکم جاری رہے گا، اگرچہ بعد میں اس گردش کا علم رکھنے والے کچھ لوگ پائے گئے بلکہ ظاہر سیاق حساب پر حکم معلق کرنے کی ہی نفی کرتا ہے۔

اس سے پچھلی حدیث پر ان کا کلام اس کی مزید وضاحت کر دیتا ہے، لکھتے ہیں: ''اگر بادل ہوں تو تیس دن کی مدت مکمل کرو، اس میں آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ حساب والوں سے پوچھ لو، اس کی حکمت یہ ہے کہ بادل ہونے کی صورت میں تیس کے عدد میں تمام مکلفین یکساں ہیں، اس طرح اختلاف واقع نہیں ہوتا ہے، بعض لوگوں کی رائے ایسی صورت میں تاروں کے حساب جاننے والوں کی رائے پر اعتماد کرنے کی ہے، یہ رائے روافض کی ہے (۴۵)، بعض فقہا سے بھی یہی رائے منقول ہے، باجی نے لکھا ہے کہ: ''سلف صالحین کا اجماع ان کے خلاف حجت ہے،

۴۴- شیخ احمد شاکر نے لکھا ہے کہ خدا جانے روافض سے ان کی مراد کون ہیں؟ اگر اثنا عشری ہیں تو ہمارے علم کے مطابق تو ان کے مسلک میں حساب معتبر نہیں ہے، اگر کچھ اور لوگ مراد ہیں تو خدا جانے کون سے روافض مراد ہیں، ملاحظہ ہو: أوائل الشھور العربیةھل یجوز اثباتھا بالحساب الفلکی؟ ص:۱۲۔

۴۵- شیخ احمد محمد شاکر نے لکھا ہے کہ خدا جانے روافض سے ان کی مراد کون ہیں؟ اگر اثنا عشری ہیں تو ہمارے علم کے مطابق تو ان کے مسلک میں حساب معتبر نہیں ہے، اگر کچھ اور لوگ مراد ہیں تو خدا جانے کون سے روافض مراد ہیں؟ ملاحظہ ہو: أوائل الشھور العربیة، ہل یجوز إثباتہا بالحساب الفلکی ؟ص:۱۲۔

ابن بزبزہ کہتے ہیں کہ یہ باطل مسلک ہے، اس لئے کہ شریعت نے علم نجوم سے زیادہ اعتنا کومنع کیا ہے، کہ یہ تخمینی علم ہے، اس میں قطعیت یا ظن غالب نہیں ہے، نیز اگر رویت کا معاملہ اس سے وابستہ کردیا جائے تو لوگوں کے لئے تنگی پیدا ہوجائے گی، کہ چند ہی لوگ اس سے واقف ہیں''۔

یہ صحیح تشریح ہے کہ اعتبار رویت کا ہے حساب کا نہیں، اور یہ تاویل غلط ہے کہ اگر بعد میں کچھ لوگ اس علم کو جاننے والے بھی پائے جائیں تب بھی روزہ کے سلسلے میں وہی حکم جاری رہے گا، اس لئے کہ صرف رویت پر اعتماد کے حکم کی نص میں یہ علت بتائی گئی ہے کہ ''ہم امی امت ہیں، حساب کتاب سے ناآشنا ہیں''۔ اب اگر امت میں ان علوم کو جاننے والے لوگ پیدا ہوگئے ہیں، ان کے عوام وخواص مہینہ کے آغاز کی بابت قطعیت تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہیں، وہ اس حساب پر رویت کے برابر یا اس سے زیادہ اعتماد کرسکتے ہیں، اب اگر یہ امت کا حال ہو اور امیت ختم ہوگئی ہو تو پھر یہ لازمی ہے کہ وہ قطعی امر کا اعتبار کریں اور صرف حساب کو کافی جانیں، اور رویت کو تبھی بنیاد بنائیں جب ان کے لئے اس کا علم مشکل ہوجائے، جیسا کہ دیہات میں ہوتا ہے کہ ماہرین فلکیات کی رائے وہاں نہیں پہنچتی۔

ممانعت کی علت زائل ہونے کے بعد جب اب صرف حساب کا اعتبار لازمی ہوگیا ہے تو چاند کے حقیقی حساب کا اعتبار بھی لازم ہوگیا ہے، لہذا مہینہ کا حقیقی پہلا دن وہ ہوگا جس میں چاند غروب آفتاب کے بعد خواہ ایک ہی لمحہ کے بعد غروب ہو''(۴۶)۔

۳۔ ان حضرات کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ حساب شریعت کے مخالف ہے، اس لئے کہ اس اختلاف کے حوالہ سے ان حضرات کے دعوے غیر مسلمہ امور پر مبنی ہیں، مثلاً ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ ماہرین فلکیات کے نزدیک مہینہ کا تصور علمائے شریعت کے مہینہ کے تصور سے مختلف ہے، اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ ماہرین فلکیات محاق، قران، چاند کی پیدائش، رویت کی کیفیت، امکان رویت، اور زمین وسورج کے گرد چاند کی گردش جیسے امور کی

۴۶- أوائل الشهور العربية، ص:۱۲-۱۴، مطبوعہ مکتبہ ابن تیمیہ طبع اوّل۔

تحدید کر دیتے ہیں، اس لئے غروبِ آفتاب سے مہینہ کا آغاز ماننے سے کچھ مانع نہیں ہے، لہٰذا مہینہ کو ۲۹ یا تیس دن کا ماننا اسی تقریبی نظام کے مطابق ہے جس کا اعتبار شمسی برس میں بھی کیا جاتا ہے، کہ شمسی برس کبھی ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۶۶ دن کا، حالانکہ ہر برس چاند کی گردش یکساں ہی رہتی ہے، ماہرین فلکیات کی اصل فکر یہی رہتی ہے کہ رویت ہلال صحیح ہو، موہوم یا چاند جیسی کسی اور چیز کی رویت نہ ہو، اس طرح علم فلکیات رویت کی بابت غلطیوں کے امکانات کو ختم کرنے میں شریعت کی خدمت کرتا ہے، یہاں تک کہ اگر یہ کہا جائے کہ فلکی حساب کے ذریعہ ہی مہینہ کا آغاز ثابت ہوتا ہے تو یہ قول بھی بعض وسائل کی تحدید کرنے والی مذکورہ بالا احادیث سے معارض ومتضاد نہیں ہے۔

۴۔ ان حضرات کا یہ کہنا بھی علی الاطلاق صحیح نہیں ہے کہ فلکی حساب میں غلطیاں واقع ہوتی ہیں اور فلکی حساب کی بنیاد پر بنائی گئی جنتریاں ہی باہم متصادم ومعارض ہیں، اس لئے کہ اگر یہ غلطیاں پائی بھی جاتی ہیں تو ان کی بنیاد دقیق حساب پر نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ فلکی حساب تو محاق، قران، چاند کی پیدائش اور چاند کی گردش کے دیگر مراحل کی تعیین بہت ہی دقیق طور پر کرتا ہے، اور چونکہ اس کی بنیاد مشاہدہ پر ہے اس لئے اس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے، بسا اوقات غلطی کی وجہ ان چیزوں کی صحیح رعایت نہ کرنا ہوتی ہے، اور جنتریوں کے باہم معارض ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں قدیم حسابوں پر اعتماد کیا جاتا ہے، ان معاصر فلکی حسابوں پر نہیں جو چاند کی گردش کی تحدید سکنڈ کے بھی اجزا کے اعتبار سے کرتے ہیں۔

۵۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ بسا اوقات رویت فلکی حساب کے معارض ہوئی ہے، لیکن ایسا جب بھی ہوا ہے غلطی رویت میں ہوئی ہے، کبھی یہ غلطی دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتی ہے، جیسے حضرت انس نے ایک سفید بال کو چاند سمجھ لیا تھا، اور کبھی دکھائی دینے والی چیز چاند نہیں کچھ اور ہوتی ہے، ورنہ چاند اپنی پیدائش سے پہلے کیسے نظر آ سکتا ہے؟

۶۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ فلکی حساب ظنی ہے اور وہم وخطا سے قریب تر ہے، عصر حاضر میں یہ دعویٰ بھی نا قابل قبول ہے۔ اس لئے کہ اب وہ قطعی اور یقینی ہے، ہم جس فلکی حساب کی بات کرر ہے ہیں وہ مشاہدہ، جدید ٹیکنالوجی اور اس میدان کے علمی وعملی تجربات پر مبنی ہے۔ ہم اس حساب کی بات نہیں کرر ہے ہیں کہ جس کی بنیاد حرام علم نجوم پر اور ان قدیم فلکی حسابات پر تھی جو صحیح وغلط اندازوں اور اجتہادات پر مبنی تھے۔

دوسری طرف ہم غروب آفتاب اور سورج کی گردش کے دیگر مراحل کے سلسلہ میں رویت کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے ہیں، اور نماز کے سلسلہ میں ان اوقات کی بابت فلکی حساب پر اعتماد کر لیتے ہیں، جب یہ جائز ہے تو وہ کیوں نہیں؟

۷۔ اجماع کا دعویٰ بھی صحیح نہیں ہے، تاریخ وفقہ میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ صحابہ نے جمع ہوکر یہ اجماعی فیصلہ کیا ہو کہ علمی فلکی حساب پر اعتماد جائز نہیں ہے، یا یہ کہ رویت یا تیس دنوں کی تکمیل کے علاوہ قیامت تک کسی اور طریقہ پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے، ایسا صحابہ اور تابعین کے عہد میں کبھی نہیں ہوا، لہذا اجماعِ صریح کا دعویٰ صحیح نہیں ہے، اور اجماع سکوتی کی حجیت کی بابت زبردست اختلاف ہے، اس لئے وہ دلیل نہیں بن سکتا ہے۔

پھر اگر اجماعِ صریح پایا گیا ہوتا تو وہ حضرات اختلاف نہ کرتے جن کے اسماء گرامی ہم نے ذکر کئے۔

۸۔ صرف رویت ہلال یا تیس دونوں کی تکمیل کو ہی سبب ماننے کا جو دعویٰ کیا جاتا ہے وہ بھی مسلمہ امر نہیں ہے، اور اس کے مندرجہ ذیل جوابات دئے گئے ہیں:

(الف) وسائل، ایک یا دو وسائل کی تعیین کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بس یہی وسائل ہیں، اور اب کوئی اور وسیلہ نہیں پایا جا سکتا ہے، یعنی کسی بھی مساوی وسیلہ کے لئے دروازہ کھلا رہے گا، اب اگر کوئی وسیلہ اس سے زیادہ مضبوط پایا جائے تو پھر ایسا بدرجۂ اولیٰ ہونا چاہئے، قطعی فلکی حساب زیادہ مضبوط وسیلہ ہی ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ سبب جیسا کہ قرآن مجید نے بتایا ہے مہینہ کو پالینا ہی ہے:" **فمن شهد منكم الشهر فليصمه**" (بقرہ:۱۸۵)(لہٰذا جو تم میں سے اس مہینہ کو پالے تو وہ اس کے روزے رکھے) اور یہ " پالینا" ہر اس وسیلہ سے ثابت ہوجاتا ہے جو مطلوبہ امر کو وجود میں لے آئے، اگر ہم رویت یا تیس دنوں کی تکمیل کو سبب مان بھی لیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ: تم نے ان ہی دونوں میں سبب کو محصور کیوں کر دیا ہے، یہ تو بلا واضح دلیل کے کیا گیا فیصلہ ہے؟

(ب) اگر رویت کو وسیلہ یا (اسباب کے تعدد کو ممکن مانتے ہوئے) یکے از اسباب مانا جائے تو یہ ممکن ہے کہ یہ وسیلہ تبدیل ہوجائے اور اس کا قائم مقام دوسرا وسیلہ ہوسکتا ہے، جیسا کہ حج کا معاملہ ہے کہ اسے اللہ نے استطاعت سے مربوط کیا ہے، اور آں حضرتؐ نے استطاعت کی تعیین زاد وسواری سے فرمائی ہے، اور سواری اس زمانے میں اونٹ یا گھوڑا تھی، اور اب ہوائی جہاز، کار یا پانی جہاز کی صورت اختیار کرگئی ہے، دوسری مثال اس سے بھی زیادہ واضح ہے، اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو طاقت حاصل کرنے کا حکم دیتے ہوئے گھوڑوں کو تیار رکھنے کا حکم دیا، (انفال: ۶۰)، اب گھوڑوں کی جگہ ہوائی جہازوں، ٹینکوں، راکٹوں اور پن ڈبیوں نے لے لی ہے۔

یہ مذکورہ وسائل اور ان جیسے دیگر وسائل زمانے کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں، پھر ان میں اور اس رویت میں کیا فرق ہے جو رفع حرج کے پیش نظر اور از راہ تیسیر ایک ایسے معتبر گواہ کی گواہی سے ثابت ہوجاتی تھی جس سے غلطی کا بھی امکان ہوتا تھا، جب کہ آج اس کا ثبوت ایسے فلکی حساب کے ذریعہ ہوسکتا ہے جس میں کسی غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے۔

(ج) عربی زبان، نیز کتاب وسنت میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ رویت کے معنیٰ آنکھ کی ہی رویت ہے، رویت یقینی ہوگی یا معنوی، جو کسی چیز کے ثبوت کو یقینی بنانے کے وسیلہ کے ذریعہ وجود میں آئے گی، اور اس طرح

رویت کا لفظ قرآن میں مذکور ''مہینہ پالینے'' کی تعبیر سے ہم آہنگ ہوگا۔

۹۔ یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ رویت بہت آسان وسیلہ ہے، حالانکہ آج فلکی حساب پر اعتماد بھی بہت آسان ہوگیا ہے، ایک بات یہ بھی ہے کہ رویت کے آسان ہونے کی قیمت ہم ایک رکن اسلام (روزہ) کے صحیح وقت پر شروع نہ ہوسکنے کی صورت میں نہیں دے سکتے۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی جس حدیث میں امت کے امی ہونے کا بیان ہے اس سے انخضرات کے استدلال کا جواب کئی طرح سے کیا جاسکتا ہے۔

اول: اس حدیث میں کوئی نہی کا صیغہ استعمال نہیں ہوا ہے، اور اس سے حساب یا علم حاصل کرنے کی بابت نہی کا حکم ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے، اس حدیث میں بس عہد نبوی کی امت مسلمہ کی صورتِ حال بیان کی گئی ہے کہ اس وقت یہ امت امی تھی، جو حساب کتاب سے نابلد تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے یہ تخفیف فرمائی تھی کہ وہ مہینہ کا حساب آسان رویت کے ذریعہ کرلیا کریں، اس طور پر کہ مہینہ ۲۹ دنوں سے کم اور تیس دنوں سے زیادہ کا نہ ہو۔

دوم: اس حدیث میں بھی حساب کی بات کہی گئی ہے کہ مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دنوں کا ہوتا ہے، ہاں یہ وہ آسان حساب ہے جس کی بنیاد پر مشکل حساب کی ضرورت نہیں رہتی۔

سوم: حدیث کے الفاظ میں ''لانکتب'' بھی ہے، جس کے معنی ہیں کہ ''ہم لکھتے نہیں ہیں''، اس کے باوجود کوئی لکھنے کو حرام قرار نہیں دیتا ہے، یا یہ نہیں کہتا کہ لکھنے کے ذریعہ حقوق ثابت نہیں ہوتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو خود قرض کی بابت اس کی تفصیلات لکھنے کی ہدایت فرمائی ہے تاکہ وہ ثبوت کا کام دے۔

''ہم حساب نہیں جانتے'' کے ساتھ ''ہم لکھنا نہیں جانتے'' کے الفاظ اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ حساب اور لکھنا دونوں مشروع ہیں۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اگر حدیث حساب یا علم حساب سے ممانعت پر دلالت کرتی تو لکھنے کی ممانعت پر بھی دلیل ہوتی، حالانکہ اس حدیث میں جیسا کہ پیچھے گزرا ہے ممانعت نہیں

ہے، اس میں بس وہ نفی ہے جو اس وقت کی صورت حال کو بیان کرتی ہے، اس کا حرمت وممانعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

چھـــارم: زمانۂ جاہلیت میں فلکی حساب عربوں ہی کے یہاں نہیں ایرانیوں اور رومیوں کے یہاں بھی صرف اندازوں سے عبارت تھا، چونکہ قرآن مجید نے تاروں، چاند، سورج اوران کی گردشوں پر بہت توجہ دی ہے اس لئے عہد اسلامی میں یہ علم بہت ترقی کر گیا، کائنات کی بابت یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ غیر محدود ہے، قرآن نے بتایا کہ وہ محدود ہے، ارشاد ہوا: " **وسـع کرسیه السماوات والارض** " (بقرہ:۲۵۵) (اللہ کی کرسی آسمانوں اور زمین کو محیط ہے)، اسی طرح اس نے آسمانی مخلوقات کی گردش کی بھی خبر دی: " **لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُون** " (سورۂ یٰسین، آیت نمبر: ۴۰) (نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے، سب الگ الگ فلک میں دوڑتے ہیں)۔

قرآن مجید نے یہ بھی بتایا ہے کہ تاریک فضاؤں میں کشش ختم ہو جاتی ہے اور ہر چیز مسلسل حرکت میں رہتی ہے، ارشاد ہوا ہے: "**وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَاباً مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّواْ فِيهِ يَعْرُجُونَ لَقَالُواْ إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُون**' (حجر:۱۵-۱۶) (اگر ہم ان کے لئے آسمان کا ایک دروازہ کھول بھی دیتے پھر یہ اس میں چڑھتے جاتے تو یہ یہی کہتے کہ ہماری نگاہوں کو دھوکہ ہو رہا ہے، بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے)، مسلمانوں نے علم فلکیات کے سلسلہ میں بہت محنتیں کی ہیں، اور بہت سے حقائق اور سائنسی نظریات کی دریافت کی ہے، مثلاً یہ دریافت کہ زمین اور ستارے سورج کے گرد گردش کرتے ہیں، مسلمانوں نے ہجری مہینوں کے آغاز کی تعیین اور ہجری جنتری بنانے کے کئی طریقے دریافت کئے، عرض البلاد اور طول البلاد کے خطوط کے حساب کے سائنسی تجربات کئے، معاصر ماہرین فلکیات اس کا اعتراف کرتے ہیں، جارج سارٹن اپنی کتاب Introduction to the history of science میں لکھتا

ہے: فلکیات کے میدان میں مسلمانوں کی تحقیقات بہت مفید ہیں، کیلر اور کاپرنیکس کے عہد میں علم فلکیات میں جوزبردست ترقی ہوئی اس کی بنیاد مسلمانوں کی تحقیقات نے ہی فراہم کی تھیں، چیکات نے اپنی کتاب تاریخ ریاضیات میں لکھا ہے: ''عرب اور مسلم سائنس دانوں کے علم فلکیات کی بابت نظریات یونانیوں کے نظریات سے بہت زیادہ صحیح تھے''(۴۷)

معاصر علم فلکیات بہت ترقی کر گیا ہے، اور وہ سورج و چاند وغیرہ کی گردش کے مختلف مراحل کی تحدید سکند کے بھی اجزا کے حساب سے کرتا ہے، ایسا وہ جدید ترین ٹیکنالوجی اور آلات کی مدد سے کرتا ہے، جن کی مدد سے فلکی مشاہدات بہت قطعیت کے ساتھ کئے جاسکتے ہیں (۴۸)۔قدیم علما میں سے بھی بعض حضرات نے فلکی حساب کی قطعیت کی بات کہی ہے، قرافی نے لکھا ہے: ''چاند، سورج گرہن و چاند گرہن کا حساب قطعی ہے''(۴۹)، علامہ عبادی شافعی نے لکھا ہے: ''جب قطعی حساب یہ بتادے کہ رویت ہلال کا امکان نہیں ہے، تو پھر معتبر گواہ کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی، حساب کی بنیاد پر رد کردی جائے گی، یہ بالکل واضح بات ہے، ایسی صورت میں روزہ جائز نہیں ہے، اور اس کی مخالفت صرف تکبر وعناد کی روش کا نتیجہ ہے۔(۵۰)۔

فلکی حساب کے علم اور علم نجوم میں فرق:

جاہلوں میں یہ عقیدہ عام ہے کہ تارے اور ستارے کچھ تاثیر رکھتے ہیں، ایسے لوگ بالخصوص تاروں کی طرف کچھ افعال کی نسبت کرتے ہیں، ان کے درمیان بعض ایسے لوگ شہرت حاصل کر گئے ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ تاروں کی گردش کے اسرار کا علم رکھتے ہیں، وہ ان کے اور بعض تقدیروں کے درمیان تعلق بیان کرتے ہیں، یا پیدائش کے زمانوں نیز برج اور

۴۷- www.alarquam.com

۴۸- الموسوعۃ الفلکیۃ، ترجمہ: عبدالقوی عیاد، ومحمد جمال الدین الفندی، ص: ۱۵۷۔

۴۹- العذب الزلال، ص: ۱۷۴۔

۵۰- المحلی علی المنہاج پر قلیوبی اور عمرہ کا حاشیہ: ۲/ ۶۳۔

تاروں کے درمیان ربط بتاتے ہیں، یہ عقیدہ کفریہ اور شرکیہ ہے، ان امور کا علم (اگر اسے علم کہا جائے) تو حرام ہے، علم نجوم اور ان کی گردشوں کے حساب کی بابت ممانعت اسی کی بابت ہے، اوریہی وہ بات ہے جس کو آں حضرتؐ نے اپنے صحابہ سے یوں فرمایا تھا: ''آپؐ نے فرمایا، اللہ نے فرمایا: میرے کچھ بندوں نے مجھ پر ایمان رکھ کر اور کچھ نے کفر کر کے آج صبح کی، جس نے یہ کہا کہ یہ بارش اللہ کی رحمت اور عنایت سے ہوئی تو وہ میرا مومن بندہ ہے اور تاروں کی تاثیر کا انکاری ہے، اور جس نے یہ کہا کہ ہمارے اوپر یہ بارش فلاں تارے کی وجہ سے ہوئی تو اس کا ایمان تاروں پر ہے اور اس نے میرے ساتھ کفر کیا ہے'' (۵۱)۔

یعنی حدیث میں وارد ممانعت کا کوئی تعلق تاروں، اور افلاک کے علم یا ان کے حقائق کے ادراک سے نہیں ہے، یہ علم تو فرض کفایہ کی حیثیت سے مشروع ہے، بلکہ بسا اوقات فرض عین ہوجاتا ہے، یہ علم غیر مطلوب کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کی گردش سے اکثر ارکان وواجبات (جیسے نماز، روزہ، حج وزکاۃ) کو مربوط کیا ہے، بلکہ اللہ نے تو ان گردشوں اور مراحل کی علت ہی ''برسوں اور حساب کے علم'' کو قرار دیا ہے، (یونس: ۵)، یعنی حساب کا علم ایک شرعی غایت ہے، اللہ تعالیٰ نے چاند کی منازل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''**والقمر قدرناه منازل حتى عاد كالعرجون القديم**'' (یٰس: ۳۹) (اور ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کردی ہیں، یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی (سوکھی) شاخ کے مثل ہوجاتا ہے)۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو تاروں کی منزلوں کی قسم بھی کھائی ہے۔ ارشاد ہوا ہے: ''**فلا اقسم بمواقع النجوم وانه لقسم لو تعلمون عظيم**'' (واقعہ: ۷۵-۷۶) (پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں تاروں کی منزلوں کی، اور اگر تم جانو تو یہ بڑی قسم ہے)۔

(ب) فلکی حساب کو مہینوں کے آغاز کا ثبوت ماننے والوں کے دلائل:

اس رائے کے حاملین کے دلائل درج ہیں:

۵۱- بخاری، کتاب المغازی، حدیث نمبر: ۴۱۴۷، مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر: ۷۱۔

اول: قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کا ارشاد: " شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْه" (بقرہ: ۱۸۵) (ترجمہ: رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے، اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں، لہٰذا جو شخص اس مہینے کو پائے وہ اس مہینے کے روزے رکھے)

اس آیت سے استدلال کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت اور دیگر دلائل کے ذریعہ روزے فرض کئے، اور اس حکم کو "شہود" (فمن شهد منكم الشهر) سے مربوط کیا، جس کے معنیٰ لغت میں حاضر ہونے اور جاننے کے ہیں، القاموس المحیط میں ہے: "شهد" " علم" کے ہم معنیٰ ہے، آیت قرآنی " شهد الله انه لااله الاهو" (آل عمران:۱۸) میں یہ لفظ اسی معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہے، "اشهد ان لا الٰه الاّ اللّٰه" میں " اشهد" کے معنیٰ ہوتے ہیں: میں جانتا ہوں اور وضاحت کرتا ہوں کہ......" (۵۲)، اصفہانی کہتے ہیں: " شهده "، شهود و شهادة: موجودگی ومشاہدہ، خواہ یہ مشاہدہ بصارت کے ذریعہ ہو یا بصیرت کے ذریعہ، کبھی کبھی صرف موجودگی (حضور) کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، مثلاً: "عالم الغيب والشهادة" (رعد:۹) میں یہ لفظ اسی معنی میں ہے، لیکن شہود کو صرف موجودگی کے معنی میں اور شہادۃ کو موجودگی ومشاہدہ کے معنی میں استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے............... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " ليشهدوا منافع لهم" (حج:۲۸) (یعنی تاکہ وہ اپنے منافع کو دیکھ سکیں)، "شهادة" اس قول کو بھی کہتے ہیں جو بصیرت یا بصارت کی بنیاد پر حاصل ہونے والے علم کی روشنی میں ہو"۔(۵۳)۔

اس طرح آیت قرآنی " فمن شهد منكم الشهر" کا ترجمہ ہوگا کہ جو مکلّف ماہ

۵۲- القاموس المحیط، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، ص: ۳۷۲۔

۵۳- المفردات للاصفہانی، مطبوعہ دارالمعرفۃ/بیروت، ص: ۲۶۷-۲۶۸۔

رمضان کو پائے یا اسے اس کا علم ہو تو وہ اس کے روزے رکھے۔(۵۴)۔

یعنی یہ آیت روزوں کی فرضیت کو ماہ رمضان کے ثبوت اور علم سے مربوط کرنے کے سلسلے میں بالکل صریح ہے، خواہ یہ علم کسی بھی ذریعہ سے حاصل ہو، چاہے رویتِ ہلال سے، تیس دنوں کی تکمیل سے یا اس فلکی حساب سے، اس لئے کہ اس حساب سے بھی یہ علم حاصل ہو جاتا ہے۔

ان حضرات نے ان آیات سے بھی استدلال کیا ہے جو علم حساب کی اہمیت پر دلالت کرتے ہیں، مثلاً یہ آیت "**الشمس والقمر بحسبان**" (رحمان:۵)(ترجمہ: سورج اور چاند ایک طے شدہ حساب کے مطابق گردش میں ہیں)، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج اور چاند کی گردش ایک حساب کے مطابق ہے، لہٰذا عبادات کے اوقات کی تعیین میں وہ قابل اعتماد ہے۔

دوم: احادیثِ نبویہ:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہم ایک امی امت ہیں، نہ لکھتے ہیں نہ حساب جانتے ہیں"۔ اس حدیث کا حوالہ پیچھے گزر چکا ہے۔

اس حدیث سے استدلال یہ ہے کہ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مہینہ کے ثبوت کے سلسلہ میں اصل تو حساب ہے، لیکن چونکہ عہد نبوی میں امت امی تھی، حساب وتحریر سے نابلد تھی، اس لئے حساب سے آگہی اس کے لئے مشکل تھی، لہٰذا ان کے لئے اللہ نے ایک آسان طریقہ مشروع فرمایا، یعنی رویت، بالفاظ دیگر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رویت کے ذریعہ مہینہ کے ثبوت کی علت یہ ہے کہ امت امی تھی، حساب وتحریر سے نابلد تھی، لہٰذا جب علت زائل ہوگئی، یعنی حساب سے ناواقفی ختم ہوگئی تو اب معلول بھی زائل ہو جائے گا، اور یہ بات معلوم ہے کہ معلول کا وجود وعدم وجود علت کے وجود وعدم وجود پر ہی مبنی ہوتا ہے۔(۵۵)۔

یعنی اب جب کہ علم حساب آسان ودستیاب ہو گیا تو اب اسی پر اعتماد کرنا چاہئے۔

۵۴- تفسیر ماوردی، مطبوعہ: اوقاف، کویت: ۱/۲۰۱۔

۵۵- شیخ احمد شاکر کا محولہ بالا مقالہ۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ یہ بات حدیث کے مفہوم میں زبردستی پیدا کی جارہی ہے، ورنہ حدیث کے الفاظ میں اس کا احتمال نہیں ہے، نیز اس کے نتیجہ میں وہ اہم دلیل (رویت) ملغیٰ ہوجاتی ہے جسے آں حضرتؐ نے معتبر قرار دیا تھااور اس پر عمل کیا تھا، پھر آپ کے صحابہ اور بعد کے اہل علم وتقویٰ بھی اسی پر اعتماد کرتے رہے، اور صرف فلکی حساب پر اعتماد کے وجود کا قول صرف معدودے چند علما کا ہی ہے، اور اس مفہوم سے متعدد صحیح ومعتبر دلائل ملغیٰ ہوجاتے ہیں، لہٰذا یہ معنیٰ غیر مقصود ہیں۔

۲۔ حضرت ابن عمر سے مروی وہ حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:
''جب چاند دیکھ لوتو روزے رکھو، جب چاند دیکھ لوتو عید الفطر کرو، اگر بادل چھا جائیں تو تیس دن مکمل کرلو''، حدیث کے الفاظ '' فاقدروا له'' (جس کا مطلب عام طور پر یہی بیان کیا جاتا ہے کہ: تو تیس دن مکمل کرلو) کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:'' اس کا ایک تیسرا مطلب بھی بعض لوگوں نے لیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ پھر چاند کا اندازہ منزلوں کے اعتبار سے لگاؤ، یہ رائے شوافع میں سے ابوالعباس بن سریج، تابعین میں سے مطرف بن عبداللہ اور محدثین میں سے ابن قتیبہ کی ہے ....ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ مطرف کی جانب اس قول کی نسبت صحیح نہیں ہے ....ابن خویزمنداد نے امام شافعیؒ سے ابن سریج والی رائے ہی نقل کی ہے، جب کہ امام شافعیؒ کا معروف قول جمہور والا ہی ہے۔ابن العربی نے ابن سریج سے نقل کیا ہے کہ آں حضرتؐ کے ارشاد ''فاقدروا له'' (ترجمہ: تو چاند کا حساب لگانا) کے مخاطب صرف وہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے یہ علم دیا ہو۔اور آپؐ کے ارشاد '' فأكملوا العدة'' (تو تیس کی تعداد پوری کرلو) کے مخاطب سب لوگ ہیں، ابن العربی لکھتے ہیں کہ رمضان کے روزوں کا وجوب ان کے نزدیک مختلف طریقوں سے ہوگا، کچھ لوگوں کے لئے چاند کے حساب کی روشنی میں اور کچھ لوگوں کے لئے تعداد کی تکمیل کی بنیاد پر، رویانی نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ حساب کی بنیاد پر

روزہ رکھنے کے وجوب نہیں جواز کے قائل تھے، قفال اور ابوالطیب کی یہی رائے تھی، المھذب میں ابواسحاق نے ابن سریج سے اس صورت میں روزہ کے وجوب کا قول نقل کیا ہے۔(۵۶)۔

اس حدیث سے استدلال اس طور پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حساب کی بنیاد پر چاند کے اثبات کو جائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ حدیث کے الفاظ" فاقدروا لہ" کا مطلب یہ ہے کہ پھر چاند کی بابت حساب لگاؤ، ایک اور حدیث میں یہ الفاظ اسی معنی میں استعمال ہوئے ہیں، اس حدیث میں ارشاد ہوا کہ دجال چالیس روز رہے گا، جن میں سے ایک دن ایک برس کے برابر ہوگا، صحابہؓ نے دریافت کیا کہ اس وقت نماز کے اوقات کیسے طے کئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا" اقدوا لہ قدرہ" یعنی وقتِ نماز کا اندازہ کر لینا"۔(۵۷)

اس استدلال پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ دوسری صحیح روایت میں" فاقدروا لہ ثلاثین" (۵۸) کے الفاظ روایت کئے گئے ہیں، جن سے اس حدیث کا یہ مفہوم طے ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں تیس کا عدد مکمل کیا جائے، لہٰذا اس سے حساب کے معتبر ہونے کا استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث کی یہ روایت ضعیف ہے۔ ڈاکٹر شرف القضاۃ کہتے ہیں: "اقدروا لہ ثلاثین" کی روایت صرف ابواسامہ عن عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر کی سند سے ہی مروی ہے، جب کہ دوسرے تمام راویوں نے" ثلاثین" کا لفظ نقل نہیں کیا ہے، صرف "فاقدروا لہ" کے الفاظ نقل کئے ہیں، صحیحین میں یہ حدیث مندرجہ ذیل اسانید والفاظ کے ساتھ نقل کی گئی ہیں:

۵۶- فتح الباری: ۴/ ۱۲۲۔

۵۷- مسلم، کتاب الفتن، حدیث: ۷۲۹۳، ترمذی، حدیث نمبر ۲۲۴۰، ابوداود، حدیث: ۴۳۲۱۔

۵۸- مسلم۔

۱۔ بخاری، مالک عن نافع عن ابن عمر عن عمر (فاقدروالہ)

۲۔ مسلم، ایوب عن نافع عن ابن عمر عن عمر (فاقدروالہ)

۳۔ مسلم، سلمۃ عن نافع عن ابن عمر عن عمر (فاقدروالہ)

۴۔ مسلم، یحییٰ عن عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر عن عمر (فاقدروالہ)

۵۔ مسلم، ابواسامہ عن نافع عن ابن عمر عن عمر (فاقدروالہ)

۶۔ بخاری، ابن شہاب عن سالم عن ابن عمر عن عمر (فاقدروالہ)

۷۔ مسلم، اسماعیل عن عبداللہ عن ابن عمر عن عمر (فاقدروالہ)

اس روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابواسامہ کی روایت دیگر روایات کے خلاف ہے، لہٰذا شاذ وضعیف ہے، اور اس سے استدلال جائز نہیں ہے (۵۹)۔

۳۔ عصر حاضر میں فلکی حساب کا علم ایک یقینی وقطعی علم ہے، اس لئے کہ وہ جدید ٹیکنالوجی، بہت دقیق آلات اور ان سٹیلائٹس سے مربوط ہے جن میں بہت اچھے کیمرے ہوتے ہیں جو سورج چاند وغیرہ کی گردشوں کا سکنڈ کے بھی اجزا کی تعیین کے ساتھ مشاہدہ کرتے ہیں۔

اس علم کے ماہرین یہی کہتے ہیں، اور روزمرہ کے مشاہدات وسائنسی تجربات نے ان کی تصدیق کی ہے۔ (۶۰)۔

قرآن مجید سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سورج چاند وغیرہ کی گردشیں نہایت دقیق حساب کی پابند ہیں، اور ارشاد ہوا ہے "الشمس والقمر بحسبان" (رحمان:۵) یعنی سورج اور چاند ایک ایسے حساب کے مطابق گردش میں ہیں جس میں ذرا سی بھی غلطی کا امکان نہیں ہے، بلکہ یہ آخری درجہ کی صحت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کا ایک نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں " وَالْقَمَرَ

۵۹- ملاحظہ ہو ڈاکٹر شرف القضاۃ کا مقالہ، جو مجلۃ مرکز بحوث السنۃ والسیرۃ، جامعہ قطر (ص:۷) میں شائع ہوا۔

۶۰- حوالۂ بالا۔

قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُون" (سورۂ یٰسین، آیت نمبر:۳۹۔۴۰)

(اور چاند اس کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کردی ہیں، یہاں تک کہ ان سے گزرتا ہوا وہ پھر کھجور کی سوکھی شاخ کے مانند رہ جاتا ہے نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے، سب الگ الگ فلک میں دوڑتے ہیں)۔

یعنی ان حضرات کے نقطۂ نظر میں دلائل کے درمیان جمع اس طور پر کیا جاسکتا ہے کہ رویت سے مہینہ کے آغاز کو ثابت کرنے والے دلائل امت کے امی ہونے کی حالت کے وقت سے متعلق ہیں، کہ اس وقت فلکی حساب کا صحیح علم نہایت مشکل تھا، لیکن اب جب کہ قطعی حساب کا علم ہوگیا ہے تو پھر اس پر اعتماد واجب ہے، اس لئے کہ وہ نہایت دقیق اور قابل اعتماد ہے، یہ تیسری صدی ہجری کے ایک عظیم شافعی فقیہ ابن سریج کی رائے ہے۔(۶۱)۔

۴۔ قیاس:

ان حضرات نے مہینوں کے آغاز کو ثابت کرنے کے مسئلہ کو اوقات نماز کے حساب کے ذریعہ ثابت کرنے کے مسئلہ پر محمول کیا ہے، نماز کے اوقات کے سلسلے میں امت حساب پر اعتماد کرنے پر متفق ہے، یہی حال روزہ اور حج کے ایام کی تعیین کے سلسلہ میں بھی ہونا چاہئے، کہ روزہ وحج بھی نماز کی طرح رکن اسلام ہیں۔

(ج) مہینوں کے آغاز کے اثبات میں نہیں، صرف ان کی نفی کے سلسلے میں فلکی حساب پر اعتماد کرنے والوں کے دلائل:

ان حضرات نے فریق اول کے پچھلے صفحات میں مذکورہ دلائل سے استدلال کیا ہے، لیکن ان دلائل کی بابت یہ قید لگائی ہے کہ فلکی حساب پر اعتماد کیا جائے تا کہ صحیح رویت کا پتہ چلایا جاسکے، اور رویت کی کسی ایسی گواہی کو رد کردیا جائے جو فلکی حساب کے حقائق سے معارض ہو، اگر

۶۱- فتح الباری۔

حساب یہ بتائے کہ رویت کا امکان نہیں ہے، یا ابھی تک چاند پیدا ہی نہیں ہوا ہے تو پھر گواہوں کی گواہی قبول نہ کی جائے، اس لئے کہ ایسی گواہیاں ظنی ہوتی ہیں اور ان میں غلطیوں کا امکان ہوتا ہے، لہذا وہ قطعی وثابت حساب کے معارض نہیں ہوسکتی ہیں، بلکہ حکومت کو چاند دیکھنے کی اپیل تبھی کرنی چاہئے جب فلکی حساب سے رویت ممکن ہو۔

ان حضرات کا کہنا یہ بھی ہے کہ: رویت سے مہینہ کے آغاز کے اثبات پر دلالت کرنے والے بہت سے شرعی نصوص سے صرفِ نظر کرنا صحیح نہیں ہے، لہٰذا یہ نصوص معمول بہ دلیل رہیں گے، ہاں نفی کے لئے حساب کی رعایت بھی لازمی ہوگی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ امت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ چاند کو رویت کے ذریعہ ثابت کرنے کی کوشش کرے، اور اس سلسلہ میں تمام معاصر وسائل ٹیلی اسکوپ اور نہایت حساس قسم کے آلات کا استعمال کرے، اس طرح مہینوں کا آغاز رویت کے ذریعہ ہوگا، لیکن ساتھ ہی میں فلکی حساب کی بھی رعایت کی جائے گی۔

اس طرح یہ حضرات دلائل کے مابین جمع کرتے ہیں، اور یہ بات معروف ہے کہ دلائل کے مابین جمع ان میں سے کسی کے الغاء سے بہتر ہے، اس رائے کے حامل یہ حضرات ہیں، ماضی کے علما میں علامہ ابن سبکی نیز معاصر علما کی ایک تعداد، مثلاً شیخ محمد مصطفیٰ مراغی، شیخ الازہر اور شیخ یوسف القرضاوی، شیخ قرضاوی نے متقدمین کے ذریعہ علم فلکیات پر اعتماد نہ کرنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس وقت یہ علما میں عام نہیں ہوا تھا۔ (۶۲)۔

اس جمع بین الدلائل کے صحیح ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ جس حدیث نبوی کو دوسرے قول کے حاملین نے اپنا مستدل بنایا ہے اس میں فرمایا گیا ہے " **فان غم علیکم فاقدروا له**" یعنی اگر "**فاقدروا**" کا مطلب حساب پر اعتماد کرنے کی ہدایت ہے تو اس کو مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں ہی مقید کیا گیا ہے، یعنی یہ عام نص نہیں ہے۔

جو معاصر علما فلکی حساب پر اعتماد کو صحیح قرار نہیں دیتے ہیں ان کی اکثریت اپنی رائے کی

۶۲- الفتاویٰ المعاصرۃ۔

بنیادیہی بتاتی ہے کہ یہ حساب ظنی بلکہ وہمی ہے، شیخ علامہ صدیق الضریر کو خود ہم نے یہ کہتے ہوئے سنا (اوران کا یہ کلام بین الاقوامی اکیڈمی کی روداد مباحثہ میں درج ہے) کہ اگر فلکی حساب قطعی یا یقینی ہوتا تو ہم تم سے اختلاف نہ رکھتے۔ (۶۳)۔

اس طرح یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اصل مسئلہ یہ گمان ہی ہے کہ معاصر فلکی حساب یقینی نہیں ہے، اگر ہم یہ ثابت کر دیں کہ وہ یقینی ہے تو پھر امکانِ رویت کے بغیر رویت کی گواہی مسترد کرنے میں کوئی شخص بھی اختلاف نہیں کرے گا، اس لئے کہ ایسی صورت میں ظنی رویت قطعی حساب سے معارض ہوگی ، یہ تعارض حساب اوران نصوص کے مابین نہیں ہوگا جو حقیقی رویت ہلال پر ہی رمضان کا آغاز بتاتے ہیں، اگر یہ حقیقی رویت پائی جائے گی تو فلکی حساب کے اعتبار سے بھی رویت ہوگی ، پس قطعی فلکی حساب اور حقیقی حسی قطعی رویت میں تعارض کا امکان نہیں ہے، تعارض فلکی حساب اور دعوائے رویت کے مابین ہوتا ہے۔

یہ بات بالکل ثابت ہے کہ عقلی یا حسی قطعی اور شرعی قطعی امر میں کبھی کوئی تعارض نہیں پایا جاتا ہے، تعارض تبھی ہوتا ہے جب ان میں سے کوئی قطعی نہ ہو، اسی طرح حسی قطعی امر اور دوسرے حسی قطعی امر میں بھی تعارض نہیں ہوسکتا ہے، لہذا صحیح بات یہی ہے کہ اگر ہمیں رویت اور فلکی حساب کے درمیان تعارض نظر آئے تو اس وقت تعارض کسی شخص کی رویت (ظنی) اور قطعی فلکی حساب کے مابین ہوتا ہے، نہ کہ قطعی فلکی حساب اور حقیقی رویت کا حکم دینے والے شرعی نص کے درمیان۔

میرا رجحان اس طرف ہے کہ معاصر فلکی حساب قطعی ہے، لہذا اس سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا ہے، نیز وہ اس شرعی نص کے بھی معارض نہیں ہے جو حقیقی رویت کو ضروری قرار دیتا ہے، اگر ماضی میں لوگوں کی سہولت نیز ان سے مشقت کو رفع کرنے کے لئے دعوائے رویت کو قبول کرلیا جاتا تھا تو آج (جب کہ فلکی حساب اس قطعیت کے مقام تک پہنچ گیا ہے، عام ہوگیا ہے اوراس پر اعتماد کے سلسلے میں کوئی مشکل بھی نہیں رہی ہے) رویت کے اس دعوے اور اس

۶۳- مجلۃ المجمع، شمارہ:۳، جلد:۲،ص:۱۰۸۰۔

موہوم رویت پر اعتماد اس وقت جائز نہیں ہے جب سائنس امکان رویت کی نفی کررہی ہو۔

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد ہم اسلامی ممالک اوران کے ماہرین فقہ وفلکیات سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسا ہمہ گیر اور پورے عالم اسلامی کے لئے یکساں کیلنڈر بنائیں جس میں اختلافِ مطالع کا اعتبار نہ کیا گیا ہو، (الحمدللہ یہی فقہی اکیڈمیوں کی رائے ہے)، پھر علم فلکیات کے مطابق رویت حقیقی کے امکان پر اعتماد کرے، لیکن اس کا مطلب رویت سے صرفِ نظر نہیں ہے، بلکہ امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس دن اور وہاں چاند دیکھنے کی کوشش کرے جس دن اور جہاں فلکی حساب اس کا امکان بتائے، چاہے یہ رویت صرف آنکھ کے ذریعہ ہو یا جدید ٹیکنالوجی اورآلات کے ذریعہ، اس طرح ہم دونوں خیروں کو جمع کرلیں گے۔

میرے نزدیک یہ راجح قول ہے، اللہ ہی توفیق دینے والا ہے، وہی صحیح بات کو جاننے والا ہے، آخری بات اللہ رب العالمین کی حمد ہے، اللہ نبی اکرمؐ، آپؐ کی آل، آپ کے صحابہ اور آپ کے راستہ پر چلنے والوں پر درود نازل فرمائے۔

☆☆☆

ضمیمے

☆ پہلا ضمیمہ۔ المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث کا اپنے انیسویں سیمینار (منعقدہ استانبول، مؤرخہ ۸۔۱۲ رجب ۱۴۳۰ھ مطابق ۳۰ جون۔ ۴ جولائی ۲۰۰۹ء) میں کیا گیا فیصلہ

☆ دوسرا ضمیمہ۔ ندوۃ التقویم الھجری فی ضوء المعطیات العلمیۃ (منعقدہ پیرس مؤرخہ ۱۲۔۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۴۔۵ فروری ۲۰۱۲ء) کی تجاویز۔

پہلا ضمیمہ:

المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث کا اپنے انیسویں سیمینار میں کیا گیا فیصلہ

(منعقدہ استانبول، مؤرخہ ۸۔۱۲ رجب ۱۴۳۰ھ مطابق ۳۰ جون۔ ۴ جولائی ۲۰۰۹ء)

عربی مہینوں کے آغاز کی تعیین:

مجلس نے اپنے سترہویں سیمینار (منعقد سرائیو، بوسنیا، مؤرخہ ۲۸ ربیع الثانی۔ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۵۔۱۹ مئی ۲۰۰۷ء) کے فیصلہ نمبر: ۴ (بابت قمری مہینوں بالخصوص رمضان وشوال کے آغاز کی تعیین) پر نظر ثانی کی، اور غور وفکر وتفصیلی مباحثہ کے بعد مجلس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے پچھلے فیصلہ میں حسب ذیل تبدیلی کردے:

۱۔ علم فلکیات عصر حاضر میں بہت ترقی کر گیا ہے، سیاروں کی گردش، بالخصوص چاند اور زمین کی گردش، ہر لحہ کرۂ آسمانی میں ان کے جائے وقوع، نیز ان کی باہم قربت و دوری کی بابت اب یہ علم ایسی قطعی معلومات رکھتا ہے کہ جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۲۔ سورج، زمین اور چاند کا ایک خط میں آنا، جسے قران سے تعبیر کیا جاتا ہے، ایک ہی لحہ میں پوری دنیا کے لئے وجود میں آنیوالا ایک واقعہ ہے، علم فلکیات برسوں قبل بالکل صحیح طور پر اس کا اندازہ لگا سکتا ہے، فلکیاتی طور پر یہ ایک مہینہ کا خاتمہ اور دوسرے مہینہ کا آغاز ہے، قران کا یہ عمل روز وشب میں کسی بھی وقت پیش آسکتا ہے۔

۳۔ شریعت کی نگاہ میں کسی مہینہ کے آغاز کے لئے مندرجہ ذیل شرائط پائے جانے ضروری ہیں:

ایک: قران غروبِ آفتاب سے پہلے ہو چکا ہو۔

دو: سطح زمین پر کہیں بھی آنکھوں سے یا جدید ترین آلات (دوربینوں) کی مدد سے رویت ہلال کا امکان ہو، روزوں کے آغاز واختتام کے لئے وارد حکم میں صیغہ کے عموم کی وجہ سے اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

تین: امکانِ رویت کے لئے درج ذیل فلکیاتی شروط کا پایا جانا لازمی ہے:

(الف) جس مقام پر امکانِ رویت ہو وہاں غروب آفتاب کے بعد چاند ڈوبے۔

(ب) غروب آفتاب کے وقت چاند افق سے کم از کم پانچ ڈگری اونچا ہو۔

(ج) چانداور سورج کے درمیان کم از کم آٹھ ڈگری کی دوری ہو۔

۴۔ یورپی ممالک میں آباد مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ قمری مہینوں بالخصوص رمضان وشوال کے آغاز واختتام کے سلسلہ میں اس اصول کو اختیار کریں، اور پہلے ہی سے ان مہینوں کے آغاز واختتام کی تعیین کرلیں، تاکہ وہ اپنی عبادات نیز عید وغیرہ اپنے معاشرہ میں صحیح طریقہ سے ادا ومنظم کرسکیں۔

۵۔ مجلس اپنے ارکان، ائمۂ مساجد نیز مسلم وغیر مسلم ممالک میں موجود علماء شریعت سے یہ اپیل کرتی ہے کہ وہ قطعی فلکی حساب کی جانب سے عدمِ امکان رویت کے فیصلہ کو قبول کرنے کے نظریہ کو عوام میں مستحکم کریں، یعنی جب قطعی فلکی حساب کی رو سے قران نہ ہونے کی صورت میں رویت ہلال کا امکان نہ ہو تو ایسی صورت میں نہ چاند دیکھنے کی اپیل کی جائے اور نہ دعوائے رویت تسلیم کیا جائے۔

٦۔ ان شاء اللہ مجلس ایک ایسی سالانہ کیلنڈر ترتیب دے گی جو قمری مہینوں کے آغاز واختتام کی تعیین اس فیصلہ کے مطابق کرے گی۔

☆☆☆

دوسرا ضمیمہ:

سائنسی نتائج کی روشنی میں 'ہجری کیلنڈر سمینار' کی تجاویز

(منعقد پیرس، مؤرخہ: ۱۲-۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۴-۵ فروری ۲۰۱۲ء)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ المبعوث رحمة للعالمين سيدنا محمد وعلى آله وصحبه امابعد!

۱۲-۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۴-۵ فروری ۲۰۱۲ء کو پیرس میں منعقد ہونے والے اس سیمینار نے ہجری مہینوں کے آغاز اور ہجری کیلنڈر کے موضوع پر غور کیا، اس سیمینار میں ماہرین فقہ وفلکیات کی ایک تعداد شریک ہوئی، اور انہوں نے اپنے فقہی وفلکی مقالات پیش کئے، جن پر علمی مباحثے ہوئے، اور پھر یہ فیصلے کئے گئے۔

اول: یہ بات بالکل متفق علیہ ہے کہ قطعی شرعی نصوص اور سائنسی حقائق میں تعارض نہیں ہوسکتا ہے، اس لئے کہ یہ دونوں اللہ ہی کی جانب سے ہیں، قطعی نصوص اللہ کے نازل کردہ ہیں، اور سائنسی حقائق اللہ کے پیدا کردہ ہیں، لہٰذا اللہ کی مخلوق اللہ کے نازل کردہ نص سے معارض نہیں ہوسکتی ہے، "**الا يعلم من خلق وهو اللطيف الخبير**" (ملک: ۱۴) (ترجمہ: کیا جس نے پیدا کیا وہ نہیں جانتا، حالانکہ وہ باریک بیں اور باخبر ہے)۔

اس متفقہ اصول کی روشنی میں دیکھیں تو قرآن مجید نے سورہ بقرہ کی آیت: ۱۸۵ میں لفظ "**شهد**" استعمال کیا ہے: "**فمن شهد منكم الشهر فليصمه**"، یہ لفظ موجودگی، علم اور ثبوت کے معنیٰ دیتا ہے، یعنی جو مہینہ کو پالے، اس کے نزدیک مہینہ ثابت ہوجائے اور اسے اس کا علم ہوجائے تو پھر وہ غیر معذور ہے اور روزے اس پر فرض ہیں۔

جہاں تک ان مبارک احادیث نبویہ کا سوال ہے جن میں رویت ہلال ہوجانے یا شعبان

کے تیس دن مکمل ہونے کی صورت میں رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے تو یہ احادیث مہینے کے اثبات کے اہم دستیاب وسائل بیان کرتی ہیں، ان میں اس سائنسی فلکی حساب پر اعتماد کی ممانعت نہیں ہے، جو چاند اور اس کی حرکت کا بہت باریک بینی کے ساتھ یہاں تک کہ سکنڈ کے بھی اجزا کی تعیین کے ساتھ مشاہدہ کرتا ہے، آج کل فلکی حساب وہ حرام علم نجوم نہیں ہے جس کی ممانعت احادیث میں وارد ہوئی ہے، یہ ماضی کے علم فلکیات سے بالکل مختلف، نہایت صحیح اور عام علم ہے۔

دوسرے پہلو سے دیکھیں تو رمضان کے مہینہ کا آغاز و اختتام رویت یا ۳۰ دنوں کی تکمیل سے ہوتا ہے، اور دن کا آغاز و اختتام ہم فلکی حساب کی روشنی سے ہی ثابت کرتے ہیں، اس لئے کہ اسلام کے اہم تر رکن نماز کے اوقات کا تعین معاصر مسلمانوں کے اجماع سے فلکی حساب کی ہی مدد سے ہوتا ہے زوال اور اس کی رویت کی ضرورت کوئی محسوس نہیں کرتا ہے۔

ہماری اس عظیم شریعت کا یہ معلوم اصول ہے کہ وسائل میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، مقاصد، اہداف اور کلی قواعد میں نہیں ہوتی ہے، امت مسلمہ کو جو احادیث امی اور تحریر وحساب سے نابلد بتاتی ہیں، وہ درحقیقت عہد نبوی کی صورت حال کو بیان کرتی ہیں اور تخفیف وتیسیر کی علت بتاتی ہیں، ان سے یہ مقصود نہیں ہے کہ امت ہمیشہ امی ہی رہے، اس امت کا کوئی بھی فرد تحریر کو ممنوع قرار دینے اور اس کی بنیاد پر حقوق نہ ثابت ہونے کی بات نہیں کہتا ہے۔

دوم: آج روزہ جیسی عظیم عبادت کی بابت بہت اختلافات پائے جارہے ہیں، یہاں تک کہ کبھی کبھی تو رمضان وشوال کا آغاز تین مختلف دنوں سے کیا جاتا ہے، یہ بہت غلط صورتِ حال ہے، اور اس سے امت کی کوئی اچھی صورت سامنے نہیں آتی ہے، حالانکہ اس امت کو اس کے دین نے توحید الوہیت کے بعد سب سے زیادہ اتحاد کی ہی تاکید کی ہے، " **ان هٰذه امتكم امة واحدة وانا ربكم فاعبدون**" (انبیاء:۹۲) (یہ تمہاری امت ہے، ایک ہی امت، اور میں تمہارا رب ہوں، پس تم میری عبادت کرو)۔

سوم: یہاں اور دیگر سیمیناروں میں ہونے والے غور وفکر کے بعد اس سیمینار نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ قمری مہینوں کے آغاز کی تعیین کی بابت المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث کا

وہ فیصلہ بالکل صحیح ہے جو اس نے اپنے انیسویں سیمینار (منعقدہ استانبول ۸۔۱۲ رجب ۱۴۳۰ھ مطابق ۳۰ جون۔۴ جولائی ۲۰۰۹ء) میں کیا تھا، یہ فیصلہ فقہی طور پر صحیح ہے، یورپ میں مسلمانوں کو متحد کرنے کے سلسلے میں مفید ہے، عبادت وعیدین کو منضبط کرنے کے سلسلہ میں مطلوبہ مقاصد واغراض کی تکمیل کرتا ہے، بالخصوص ان ممالک میں جو مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ چھٹی کے دن متعین ہوں تاکہ ان کا حساب رکھا جاسکے، یہ فیصلہ شریعت کے مقاصد اور بندوں وممالک کے مصالح سے ہم آہنگ ہے، ماہرین فلکیات نے **المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث** کے اس فیصلہ کی تائید کی ہے کہ مہینوں کے آغاز کی تعیین کے سلسلے میں فلکی حساب کو بنیادی منہج قرار دیا جائے، اسے انہوں نے ایک ایسا کیلنڈر بنانے کے سلسلہ میں سنگ میل قرار دیا ہے جو اس حوالہ سے ہونے والی غلطیوں اور مسلم وغیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے اختلاف کو ختم کرسکے اور امت کو متحد کرسکے۔

چہارم: یہ کانفرنس **المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث** کے مذکورہ بالا فیصلہ پر عمل کی اپیل کرتی ہے، تاکہ قمری مہینوں کے اثبات اور ان کی تعیین کے اہم ترین مقاصد کو حاصل کیا جاسکے، اس لیے کہ قمری مہینوں کے اثبات اور ان کی تعیین سے ایک مسلمان کی زندگی منظم ومنضبط ہوتی ہے، اور عبادت کے جزوی مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ یہ کانفرنس اس رائے کو اختیار کرنے کی بھی اپیل کرتی ہے، اس لئے کہ وہ اس فقہی منہج کا ایک نمونہ ہے جو ہمیں مغرب میں مقصود ہے، اور جو یورپ میں مسلمانوں کے امتیاز وتشخص کی حفاظت کرتا ہے، اور ان اصولوں کو سامنے لاتا ہے جو ان کی فقہ کے لئے راہ نما ہیں، اسلام کا صحیح تعارف کراتے ہیں اور ایک تہذیبی اجتماعی فقہ کے لئے بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

پنجم: **المجلس الاوروبی للافتاء والبحوث** سے یہ اپیل کی جاتی ہے کہ وہ **الاتحاد العالمی للعلماء المسلمین، اتحاد المنظمات الاسلامیة فی اوروبا** اور یورپ میں سرگرم اسلامی اداروں کے تعاون سے ایک یکساں وہمہ گیر جنتری بنانے پر کام کرے،

جس میں ماہرین فقہ وفلکیات اور اس سلسلہ کے تجربہ کاروں کو مختلف سیمیناروں اور پروگراموں کے ذریعہ شریک کیا جائے، تاکہ ایک ایسا کیلنڈر وجود میں آسکے جس میں شرعی مقاصد وشرائط اور علمی ضابطوں کا خیال رکھا جائے۔

ششم: اس یکساں وہمہ گیر کیلنڈر کے لئے ایک مستقل کمیٹی بنائی جائے جس کے ارکان میں ماہرین فقہ، ماہرین فلکیات، اس میدان کے تجربہ کاران، **الاتحاد العالمی لعلماء المسلمین، اتحاد المنظمات الاسلامیه فی أوروبا** اور یورپی ممالک کی مختلف اسلامی تنظیموں کے نمائندے ہوں۔

ہفتم: یہ سیمینار یورپ کے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ یورپ کی سطح پر متحد رہیں، ورنہ کم از کم ہر ملک کے مسلمان تو باہم متحد ہی رہیں، کہ اختلاف شر وعذاب ہے اور اتحاد خیر وبرکت سے عبارت ہے، انہیں چاہئے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی اچھی تصویر پیش کریں، اسی طرح یہ سیمینار یورپ کے اسلامی مراکز کے ذمہ داران، ائمۂ مساجد اور خطبا سے یہ اپیل کرتا ہے کہ وہ یورپ کے مسلمانوں کو اتحاد کی اہمیت بتائیں نیز فلکی حساب پر اعتماد کی مشروعیت اور اس کے نیز نصوص شرعیہ کے مابین کوئی تعارض نا ہونے کی بابت اطمینان دلائیں۔

"وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُون" (توبہ:۱۰۵)۔

(اور کہو کہ کام کرو، اللہ، اس کا رسول اور مومنین تمہارا کام دیکھیں گے اور پھر تم غیب وحاضر کے جاننے والے کے حضور پیش کئے جاؤ گے، پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دے گا)۔

اللہ سے ہی مدد کا سوال ہے،

آخری کلمہ اللہ کی حمد ہے، صلاۃ وسلام ہو خاتم النبیین پر، ان کی آل پر اور ان کے تمام صحابہ پر۔

☆☆☆

اختتامی اعلامیہ

قراردادا اور تجاویز یکساں عالمی ہجری کیلنڈر سیمینار

منعقدہ استانبول مورخہ ۲۱ تا ۲۳ رشعبان ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۸ تا ۳۰ مئی ر ۲۰۱۶ء

تمام قسم کی تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے سورج کو روشن اور چاند کو نور بنایا، پھر اس کے منازل مقرر کئے تا کہ ہم برسوں کی گنتی اور حساب جان سکیں، اور درود و سلام ہو اس ذات بابرکات پر جو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجی گئی اور سلامتی ہو آپ کی آل و اولاد پر اور اصحاب پر اور قیامت تک کے آپ کے سچے متبعین پر؛

اللہ تعالی کی منشا یہ ہوئی کہ شعائر کی حیثیت رکھنے والی اکثر عبادتوں کو مخصوص کردہ اوقات و ازمان سے مربوط کر دیا جائے کہ ان کی ابتدا بھی معلوم ہو اور ان کی انتہا بھی، مثلا نمازیں، زکوۃ، روزے اور حج لیکن ان میں سے بعض چاند کے ساتھ مربوط ہیں جیسے کہ روزے، حج اور زکوۃ، اور بعض سورج کی گردش سے مربوط ہیں جیسے کہ پنج وقتہ نمازیں کہ ہر ملک میں وہاں کے معیاری وقت کے مطابق ان کے اوقات منظّم ہیں۔

روزوں، حج اور زکوۃ کی ابتدا اور انتہا کی تعیین کے بارے میں بہت بڑا اختلاف پایا جاتا ہے، اور بطور خاص روزے کہ ان کے سلسلہ میں محض ظاہری آنکھوں پر بھروسہ کرنے یا محض فلکیاتی حساب پر بھروسہ کرنے یا دونوں پر بھروسہ کرنے کے درمیان اختلاف ہونے کی وجہ سے بہت بڑا نزاع پیدا ہو جاتا ہے، اور یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا فلکیاتی حساب اثبات و نفی میں حجت ہوگا یا صرف نفی میں حجت ہوگا یا پھر مطلقاً حجت نہیں ہوگا؟

متعدد سوالات ہیں جو ہر برس سامنے آتے ہیں، اور صرف ان کے سامنے آنے کا

مسئلہ نہیں ہے بلکہ ان کے عملی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں، حتی کہ ہمیں یہ بھی نظر آتا ہے کہ روزوں اور عید کے سلسلہ میں ایک ہی ملک کے اندر (بطور خاص مسلم اقلیتوں کے درمیان اختلاف تین دنوں تک کا ہوتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان غیر مسلم ممالک میں بعض مسلمان عید کے دن تعطیل سے محروم ہوجاتے ہیں، چونکہ حکومت ایک دن سے زیادہ چھٹی نہیں دے سکتی، ان اختلافات کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں پیدا کی جاسکتی اسلام کی غلط اور ناپسندیدہ تصویر پیش کرتے ہیں، حالانکہ اسلام امت کو اس کے جذبات واحساسات اور اس کے شعائر میں ممکنہ حد تک متحد کرنے کی انتہائی درجہ کا خواہش مند ہے۔

دوسری جانب عبادات سے متعلق ان شعائر کے تزکیہ، پاکیزگی اور صفائی قلب جیسے روحانی مقاصد بھی ہیں، لیکن قریب ہے کہ محض ظاہر پر مکمل توجہ مرکوز کرنے سے پیدا ہونے والے اختلافات ان روحانی پہلوؤں کا خاتمہ کردیں، اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: ''لوگ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں (عبادت) کے وقتوں اور حج کے موسم کے لئے ہے (احرام کی حالت میں) اور گھروں کے پیچھے سے تمہارا آنا کچھ نیکی نہیں، بلکہ نیکی والا وہ ہے جو متقی ہو، اور گھروں میں تو دروازوں میں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ'' (البقرۃ:۱۸۹)۔ اللہ تعالی نے اوقات کے بیان کے سلسلہ میں چاند کی حیثیت واضح کردی لیکن اس کے بعد عبادات کے مقاصد کی اہمیت پر بھی زور دیا مثلا تقوی اور محض ظاہر پرستی سے اجتناب وغیرہ۔

یقیناً مسلمانوں نے زمانۂ رسالت سے لیکر آج تک چاند پر ہی اپنی توجہ مرکوز رکھی، اور موجودہ دور میں چاند پر توجہ اور اہتمام میں مزید اضافہ ہی ہوا ہے جبکہ فضا اور فلکیات کا علم حیرت انگیز طور پر بہت ترقی کرچکا ہے، یہاں تک کہ اس کے ذریعہ ایک دقیق پروگرام کے ذریعہ انسان چاند تک بھی پہنچ سکتا ہے، جس طرح ذرائع حمل ونقل اور رابطہ کی ٹکنالوجی میں اس حد تک ترقی ہوچکی ہے کہ پوری دنیا ایک گاؤں کی مانند ہوگئی ہے، اسی وجہ سے فقہ اکیڈمیوں نے پچاس برسوں

سے زائد عرصہ سے اس مسئلہ پر توجہ دی ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں سمینارز، اجتماعات اور علمی مجلسیں منعقد ہوئیں جن میں فقہاء اور ماہرین فلکیات جمع ہوئے، اور ان میں متعدد تجاویز اور فیصلے سامنے آئے، ان میں سے چند یہ ہیں: مجمع البحوث الاسلامیہ جامعہ ازہر کا سمینار منعقدہ ۱۹۶۶ء، وزارت اوقاف اور مذہبی امور کویت کا سمینار منعقدہ ۱۹۷۳ء، اسطانبول کا سمینار منعقدہ ۱۹۷۸ء، انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی کا سمینار منعقدہ ۱۹۸۶ء، یورپین افتاء کونسل کا سمینار منعقدہ ۲۰۰۹ء اور رابطہ عالم اسلامی کے تابع فقہ اکیڈمی کا سیمینار منعقدہ ۲۰۱۲ء۔

فقہ اکیڈمیاں علمی اجتماعات وسمینارز کے ذریعہ عظیم اصولوں اور بنیادوں کے مجموعہ تک رسائی حاصل کر چکی ہیں، ان میں چند یہ ہیں: اعتماد رؤیت ہلال پر ہوگا چاہے ظاہری آنکھ سے ہو یا جدید آلات کے ذریعہ، اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوگا، علم فلک اور علم حساب دقت اور باریکی کے اعلی مقام پر پہنچ چکے ہیں، اور ہر وہ چیز جو سیاروں کی حرکت بالخصوص چاند وسورج کی حرکات سے متعلق ہے ان کا پتہ لگایا جا چکا ہے، ان فقہ اکیڈمیوں کی تجاویز میں سے یہ بھی ہے کہ اس موضوع پر غور وفکر کے لئے ایک ادارہ تشکیل دیا جائے اور ایک یکساں عالمی ہجری کیلنڈر تیار کیا جائے۔

مذکورہ بالا باتوں کی بنیاد پر اور شریعت اسلامیہ کے عمومی مقاصد کو بروئے کار لانے کے مقصد سے ترک مذہبی امور ڈائریکٹوریٹ نے اس ذمہ داری کو انجام دینے کا تہیہ کیا اور علم شریعت اور علم فلک وحساب کے ماہرین پر مشتمل ایک علمی کمیٹی تشکیل دی، اور اصولوں، معیارات اور شرعی قواعد کے بارے میں ایک مخصوص سمینار کا انعقاد کیا، اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ آج مطلوب یہ ہے کہ جدل وجدال، بحث ومباحثہ اور مناظرہ بازیوں سے اجتناب کرتے ہوئے واقعیت اور عملی میدان میں قدم رکھا جائے، اور وہ اس طرح کہ ایک یکساں عالمی ہجری کیلنڈر کو اختیار کیا جائے جس میں دینی نقطۂ نظر سے شرعی ضوابط موجود ہوں اور اس میں مندرجہ ذیل دو بنیادی شرطیں پائی جائیں:

الف: اس کے نتیجہ میں قمری مہینہ کا آغاز ایسی صورتحال میں نہ قرار دیا جائے جبکہ چاند کی ابھی پیدائش ہی نہ ہوئی ہو۔

ب: قمری مہینہ کی شروعات کا اعلان کیا جائے اور واضح طور پر رؤیت ہلال کے بعد اس میں کسی قسم کی تاخیر نہ کی جائے۔

کمیٹی نے ان مقاصد کی تکمیل کے لئے ۲۰۱۳ء تا ۲۰۱۶ء کے درمیان ان تین سالوں میں کل پانچ علمی اجتماعات منعقد کئے، جن میں گذشتہ پچاس برسوں سے زائد عرصہ سے منعقد ہونے والے فقہ اکیڈمیوں کے اجتماعات وسمینارز کے فیصلوں پر بحث ومباحثہ کیا گیا، اسی طرح مختلف کیلنڈروں اور ان کے پیش کردہ منصوبوں یا جو بعض ارکان کے پاس بنیادی طور پر موجود تھے ان پر تفصیل سے مناقشہ ہوا، جس میں بالآخر دو کیلنڈروں پر اعتماد کی راہ ہموار ہوئی، ایک یکساں کیلنڈر اور دوسرا دوہرا کیلنڈر، جن دونوں کو سمینار میں پیش کیا گیا اور ایک کیلنڈر کا انتخاب عمل میں لایا گیا، اور مندرجہ ذیل قراردادیں اور تجاویز پاس ہوئیں:

۱۔ سمینار اکیڈمیوں اور سابقہ فقہی سمیناروں کے فیصلوں کی پرزور تایید کرتا ہے، ان میں مجمع البحوث الاسلامیہ کے سیمینار منعقدہ ۱۹۶۶ء، کویت سیمینار منعقدہ ۱۹۷۳ء، اسطانبول سمینار منعقدہ ۱۹۷۸ء، انٹرنیشنل اسلامی فقہ اکیڈمی کے سمینار منعقدہ ۱۹۸۶ء، یورپین افتاء کونسل کے سمینار منعقدہ ۲۰۰۹ء اور رابطۂ عالم اسلامی کے سمینار منعقدہ ۲۰۱۲ء کے فیصلے اور تجاویز بہت اہمیت کے حامل ہیں، جن میں بنیادی اصولوں اور معیارات کے مجموعہ کو پاس کیا گیا ہے، ان میں سے چند اہم یہ ہیں: مہینہ کے آغاز کے ثبوت کے لئے اصل رؤیت ہلال ہے، چاہے ظاہری آنکھوں سے ہو یا جدید فلکیاتی آلات کے ذریعہ، اور اختلاف مطالع کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ یکساں کیلنڈر پر عمل کیا جائے تاکہ اسے عالمی پیمانہ پر ایک یکساں ہجری کیلنڈر کے طور پر تسلیم کیا جاسکے، اور دنیا کے ہر مقام میں امکان رؤیت پر اس کا دورومدار ہو، چاہے ظاہری آنکھوں سے ہو یا رصد گاہ کے آلات کے ذریعہ، اور اختلاف مطالع پر توجہ نہ دی جائے، جمہور فقہاء اور اکثر فقہی اکیڈمیوں کے نزدیک اور فلکیاتی معیارات اور قابل اعتماد فقہی ضوابط کی بنیاد پر یہی قابل اعتماد رائے ہے، جو کہ کسی شرعی نص یا قطعی فلکیاتی اصول کے بھی معارض نہیں ہے، اور

اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

اس کیلنڈر کے فوائد واثرات:

یقیناً یہ کیلنڈر مسلمانوں کے بڑے مصالح کی تکمیل کرے گا، جن میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے شعائر مثلا روزوں اور عیدوں میں وحدت واتفاق قائم ہوگا اور اس اختلاف کا خاتمہ ہوگا جو مسلمانوں کے مابین معقول حدود سے متجاوز ہو چکا ہے، بطور خاص مسلم اقلیات کے درمیان جہاں روزوں یا عید کے سلسلہ میں ایک ہی ملک کے اندر تین دنوں تک کا اختلاف بھی واقع ہوجاتا ہے بلکہ اختلاف کی حد تو یہ ہے کہ حجاج کرام نویں ذی الحجہ کو وقوف عرفہ کرتے ہیں اور ان کے ہم وطن اس کو آٹھویں یا ساتویں تاریخ شمار کرتے ہیں، یہ دین توحید کا دین ہے، جس نے وحدت واتفاق کو شرعی فریضہ اور واقعی ضرورت قرار دیا ہے جیسا کہ عیدوں اور روزوں کے لحاظ سے متعین اور منضبط کیلنڈر مسلم اقلیت کو اس کی عیدوں کے مواقع پر چھٹیوں کے حصول میں مدد کرتا ہے اور ان کے لئے اس طور پر معاون ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے عظیم دین کا اس حیثیت سے تعارف کراسکتے ہیں کہ وہ علم وتحقیق کا احترام کرتا ہے اور اس سے کس طرح ہم آہنگ ہے، اور قرآن کی پہلی آیت اور سورت کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے کہ اس میں پڑھنے اور علم وجستجو کا حکم دیا گیا ہے۔

۳۔ یہ سیمینار یورپ وامریکہ جیسے ممالک میں بسنے والی مسلم اقلیتوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے شعائر، اپنی عیدوں اور جذبات واحساسات کو متحد کرنے کے لئے اس کیلنڈر پر عمل کریں، اسی طرح وہ ان اسلامی ممالک سے جن کو شرعی مرجعیت حاصل ہے یہ اپیل کرتا ہے کہ وہ اس کیلنڈر پر غور وفکر کریں اور اس پر اعتماد بحال کریں، چونکہ اس کے ذریعہ متعدد مصالح کا حصول ہوگا اور مختلف قسم کے مفاسد کا خاتمہ ہوگا، اور شعائر اور جذبات میں اتفاق پیدا ہوگا۔

۴۔ یہ سمینار ترک ڈائریکٹوریٹ برائے مذہبی امور سے یہ اپیل کرتا ہے کہ وہ اس سمینار کے فیصلوں کی تحقیق کے لئے کمیٹیاں تشکیل دے، جس کی شکل یہ ہوگی:

الف: علمی کمیٹی کو یہ ذمہ داری سپرد کی جائے کہ وہ ایک ہجری کیلنڈر تیار کرے جو دس سالوں کی مدت کے لئے کارآمد ہو، اس کو طبع کرایا جائے اور عالمی پیمانہ پر اس کی تقسیم عمل میں لائی جائے۔

ب: ایک ایسی کمیٹی تشکیل دی جائے جو مسلسل اس سلسلے میں ہونے والے کام کی نگرانی کرے اور اہم پہلوؤں کا معاینہ کرے۔

ت: ایک کمیٹی تعلیم اور میڈیا کے مقصد سے تشکیل دی جائے جو یکساں ہجری کیلنڈر کی ثقافت کو عام کرنے کا کام انجام دے۔

تجاویز

۱۔سمینار اسلامی ممالک کے مذہبی امور کے ذمہ دار اداروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس کیلنڈر کو اختیار کریں اور اس کی روشنی میں ہجری مہینوں کی شروعات کو یکساں بنانے کا کام کریں۔

۲۔سمینار عالم اسلام کے کیلنڈر تیار کرنے والے افراد کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ وہ اس کیلنڈر کو اپنی بنیاد بنائیں تا کہ مسلمانوں کا ایک یکساں کیلنڈر ہو جو ان کی تہذیب وثقافت اور شناخت کی نمائندگی کرتا ہو، اور ان کے شعائر اور جذبات میں اتفاق پیدا کرنے والا ہو۔

۳۔مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق پیدا کرنے، ان کے مصالح کو یقینی بنانے اور انھیں بطور خاص اہم اسلامی مسائل مثلاً شرعی اوقات کی تعیین اور قمری مہینوں کی ابتدا جیسے مسائل میں تفرقہ اور اختلاف کے خطرات سے محفوظ رکھنے کی غرض سے سمینار ان مسلمانوں کو جو غیر اسلامی ممالک میں رہتے ہیں یہ نصیحت کرتا ہے کہ وہ ایک متفقہ کلمہ پر جمع ہو جائیں، مثلاً ایک یکساں کیلنڈر پر اعتماد کریں چونکہ شرعی طور پر روزوں اور عیدوں کے سلسلہ میں ایک ملک کے باشندوں کا اختلاف جائز نہیں، بلکہ ان پر واجب ہے کہ وہ اپنی شرعی مرجعیت والے اداروں کے فیصلوں کی پابندی کریں، جیسے کہ یورپین افتاء کونسل اور شمالی امریکہ کی فقہ اکیڈمی اور اس ملک (یعنی ترکی) کی وزارت مذہبی امور، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''تمہارا روزہ اس دن

ہے جس دن تم روزہ رکھو، اور تمہارا روزہ اس دن ختم ہوگا جس دن تم اسے ختم کرو، اور تمہاری قربانی اس دن ہے جس دن تم قربانی کرو‘‘۔

۴۔ سمینار ترک ڈائریکٹوریٹ برائے مذہبی امور سے کہتا ہے کہ وہ اس کیلنڈر کو تنظیم تعاون اسلامی کے پاس ارسال کرے تا کہ وہ اسے اسلامی ممالک کے سامنے پیش کر سکے، اس مقصد سے کہ اس میں غور وفکر کیا جائے اور اس پر اعتماد بحال کرانے کی کوشش کی جائے، تا کہ عالم اسلام کا اپنا مخصوص یکساں کیلنڈر رہو۔

☆☆☆